188794

۹۳۲،۹۶
سلیمان-ج

UNIVERSAL LIBRARY
OU_188794
UNIVERSAL LIBRARY

OSMANIA UNIVERSITY LIBRARY

Call No. ٩٢٢٫٩٧ Accession No. ١٠٣٠ 1030

Author اعظم یار جنگ۔ سلیمان - ج

Title سلیمان

This book should be returned on or before the date last marked below.

Checked 1975

سلسلۂ تالیفات وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر

نمبر (۳۳)

حضرت سلیمانؑ

یعنی

حضرت سلیمانؑ کے واقعات کی توضیح

اور آیات قرآنی و افسانۂ توراۃ کی سائنٹیفک تشریح

از

نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی صاحب مرحوم

مطبوعہ

نول کشور سٹیم پریس لاہور

قیمت ۳؍ — تعداد اشاعت (۱۰۰۰)

وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر کی علمی ادبی اور تاریخی جدید کتابیں

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
الاسلام	مولوی فتح محمد خاں	۸/
اسلام کی دنیوی برکتیں	نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم	۸/
تقلید و عمل بالحدیث	نواب محسن الملک مرحوم	۸/
الدین یسر	مولانا حالی	۳/
تدبیر	"	۲/
سوانح مولانا روم	مولانا شبلی	عہ ۳/
اورنگ زیب عالمگیر پر ایک نظر	"	۸/
حیات خسرو	منشی سعید احمد	۱۲/
البرامکہ	منشی عبدالرزاق	لعہ/
تفسیر السماوات	سر سید مرحوم	۸/
مسلمانوں کی ترقی و تنزل کے اسباب	نواب محسن الملک مرحوم	۸/
مسلمانوں کی تہذیب	"	۴/
فلسفہ ابن عربی	مولانا عمادی	۲/
ہندو رانیاں	+	۸/
سیاحت ہند	حافظ عبدالرحمن سیاح بلاد اسلامیہ	لعہ ۸/
تاریخ عرب قدیم	مولانا عمادی	۸/

Checked 1975

بسم اللہ الرحمن الرحیم

سلیمان علیہ السلام

علم منطق الطیر۔ جن۔ نمل۔ طیر۔ ہدہد
عفریت۔ عرش بلقیس۔ کشف ساق

علم منطق الطیر

(۱) وورث سلیمان داود وقال یایہا الناس علمنا منطق الطیر واوتینا من کل شئ۔ ان ھذا لھو الفضل المبین۔ (سورہ نمل) +

ترجمہ۔ اور سلیمان داؤد کے وارث ہوئے اور کہنے لگے اے صاحبو ہمکو پرندوں کا علم ملا ہے اور ہر چیز میں سے ہمکو عنایت ہوا ہے۔ یہ بیشک بڑی فضیلت ہے۔

تفسیر۔ منطق الطیر ایک علم ہے جس میں پرندوں کی بناوٹ۔ صورت اور عادات کا بیان ہوتا ہے اور یہ ایک شعبہ ہے حیواۃ الحیوان کے علم کا جس میں ہر قسم کے

جانداروں کا ذکر ہوتا ہے۔ منطق الطیر ٹھیک ترجمہ ہے یونانی اُرنی تھو۔ لوجیا۔ کا۔ اُرنیس اور اُرنی تھوس کہتے ہیں اُڑنے والے کو اور لوجیا کے معنی لغت اور علم +

جو لوگ اِس حقیقی علم منطق الطیر سے ناواقف ہیں وہ سمجھتے ہیں کہ پرند آپس میں ایسی مرکب آوازیں بولتے ہیں جیسے انسان بولتے ہیں اور اُن کی ایسی ہی باتوں کو سلیمان علیہ السلام سمجھ جاتے تھے۔ عبرانی زبان میں ایسے علم منطق الطیر کو دبرھا عوف کہتے ہیں [illegible] دبرھا کے معنی بات یا بیان اور عوف کے مانند پرند۔

کتاب سلاطین میں جو غالباً شاہی روزنامچہ کے حالات سے مؤلف ہوئی ہے اور اب یہود کے صیغہ کتوبیم میں داخل اور بیبل میں شامل ہے حکمت سلیمانی کی عموماً اور علم منطق الطیر کی خصوصاً تصدیق اور تصریح پائی جاتی ہے چنانچہ سلاطین کی پہلی کتاب نسخہ عبرانی کے پانچویں باب اور ۱۳ ایسوق میں جو ترجمہ ہندی میں ۴ باب کی ۳۳۔ آیت ہے یہ مضمون ہے +

"اور اس نے درختوں کی کیفیت بیان کی سرو کے درخت سے لیکر جو لبنان میں تھا اُس زوفہ تک جو دیواروں پر اُگتا ہے اور چارپایوں اور پرندوں اور رینگنے والوں اور مچھلیوں کا حال بیان کیا" +

جن (۲) وحشر لسلیمان جنوده من الجن والانس والطیر فهم یوزعون ۔ (سورہ نمل)

ترجمہ۔ اور جمع کئے سلیمانؑ کے پاس اُس کے لشکر جن اور انس اور پرند اور وہ روکے ہوئے تھے۔ یا ٹکڑے ٹکڑے تھے +

تفسیر۔ جن۔ کنعان کے گرد نواح میں ایک قوم قوی ہیکل دیو قامت تُند

شدید اور جبار رہتی تھی جو عمالیق کہلاتی تھی اور بنی اسرائیل اُن کو اپنی شدید عداوت اور اذیت کی وجہ سے اور اُن کی بُت پرستی اور دیو اور دیویوں کی عبادت اور بھوت پریت کی پوجا سے اُن کو بھی شد ںںں یعنی جن کہا کرتے تھے اور وہی جبار بنی عمالیق حضرت سلیمانؑ کے زیر فرمان کچھ مقید اور کچھ ملازم و مصاحب تھے +

کتاب واعظ جو حضرت سلیمانؑ کی تصنیف سے ہے اس میں اُنہوں نے لکھا ہے کہ میرے پاس جن یا شیطان (مسخر) تھے اصل عبارت کتاب واعظ ۲ کی یہ ہے

כנסתי לי גם כסף וזהב וסגלת מלכים והמדינות

עשיתי לי שרים ושרות ותענוגת בני האדם שדה ושדות

ترجمہ - مینے سونا روپا اور بادشاہوں اور ملکوں کا خاص خزانہ اپنے لئے جمع کیا مینے گانے والے اور گانے والیاں رکھیں اور بنی آدم کے سامان عیش شیطان اور جنات اپنے لئے فراہم کئے +

مگر بیبل کے سب ترجمے اس مقام پر جسکو ہمنے شیطان و جنات ترجمہ کیا ہے مختلف ہیں مگر یہود کی مدراش ہمارے موافق ہے +

ترجمہ اُردو ۱۸۴۵ء و ۱۸۷۰ء	بیگم اور بیگمات
ترجمہ انگریزی ۱۶۱۱ء	باجے اور سب قسم کے ساز
ترجمہ مذہب رومن کیتھلک ۱۶۰۹ء	پیالے اور برتن شراب ڈھالنے کے۔
ترجمہ عربی	سیدہ و سیدات
ترجمہ فارسی	انواع سازہائے موسیقی
ترجمہ یونانی قدیم	ساقی اور ساقیات۔

ترجمہ عربی سنہ ۱۸۳۱ء شافات واباریق للخدمۃ لکسب الخمر۔

اصل عبری میں یہ الفاظ שדה השדות (شدہ وشدوت) ہیں جن کی اصل שד (شد) ہے۔ اربع عسریم یعنی عہد عتیق کی اصل عبرانی کتابوں میں اور جہاں جہاں یہ لفظ آتا ہے وہاں شیطان اور دیو یا دیوتا کے معنی لئے گئے ہیں۔ استثنا باب ۳۲۔ ۱۷۔ "انہوں نے شیطانوں کی قربانیاں گذرانیں"

יזבחו לשדים (یذبحو لشدیم) اور زبور ۱۰۶۔ ۳۷ (نسخہ عبری) "انہوں نے تو اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کو شیاطین کے لیئے قربانی کیا"

ויזבחו את בניהם ואת בנותיהם לשדים

(ویذبحو ایۃ بنیہم وایۃ بنوتیہم لشدیم)

ترجمہ عربی میں یہ فقرہ ۱۰۵ از بور میں ہے وذبحوا بنیہم وبناتہم للشیاطین +

پس یہ سب ترجمے اردو انگریزی عربی فارسی مقام مذکورۂ بالا کے غلط ہیں۔

اب دیکھنا چاہیئے کہ שד (شد) کی وجہ تسمیہ کیا ہے یعنی عبرانیوں میں جن اور شیطان کو שדה شدہ کیوں کہا۔ ظاہر ہے کہ پرانے یہودیوں میں جن و شیطان کے خیالات نہیں تھے وہ ان ناموں سے مطلق واقف نہ تھے جب ایرانیوں یعنی زردشت کے مذہب والوں سے اور یہودیوں سے میل جول ہوا تب انہوں نے اُن سے ایسے خیالات اور محاورات سیکھ لئے۔ اگرچہ سلیمانؑ کا زمانہ اس واقعہ سے قبل کا ہے مگر مصریوں میں اور کنعانیوں میں اور اور قوموں میں جو بنی اسرائیل کے ارد گرد تھیں شدت سے بت پرستی اور جن پرستی اور شیطان پرستی ہوتی تھی اور بنی اسرائیل

نے کسی نہ کسی مناسبت سے اُن کے نام رکھ لئے تھے مثلاً שעירם (سعیرم) بھی عبرانی کتابوں میں (لیویان ۱۷-۷ و ۲ اخبار الانام ۱۱-۱۵) شیاطین کے معنوں میں آیا ہے حالانکہ اس کا ترجمہ لفظ بالوں والے (بصیغہ جمع) ہے شعیر کے معنی بال ہیں جیسے عربی میں شعر کہتے ہیں اور "م" جمع کا ہے مصریوں میں ایسی بکری کی جس کے بڑے بڑے بال ہوتے تھے پرستش ہوتی تھی اور جس دیوتا کے نام وہ جھبرا بکرا مخصوص ہوتا (جیسے ہمارے یہاں سیراں اور شیخ سدّو) تو ایسے بکرے کو اسرائیلیوں نے اصل شیطان کے نام سے موسوم کیا۔ حالانکہ وہ بکرا شیطان نہ تھا ایسے ہی شدیم اصل میں ہیکل اور مرد ضابط و شدید جو اپنی حیات میں یا مرنے پر پُجتے ہوں گے شیاطین کے نام سے موسوم ہوگئے حالانکہ دراصل وہ انسان تھے یہ ہی لفظ سعیرم اور سعیر توریت میں اور جگہ (توریت کی تیسری کتاب ۲۳ و ۴۴/۲ و ۱۱/۶ و ۹ و ۲۶ و ۸) اپنے اصلی معنوں میں یعنی بکرا اور حلوان آیا ہے +

پرانی زبانوں میں ایسا محاورہ تھا اور اب بھی اس کے آثار ملتے ہیں کہ تمدن کی حیثیت نے بنی آدم کی دو تفریقیں کر دی تھیں ایک تو شہری دوسرے دشتی اور جبلی اس وجہ سے اس قسم کے الفاظ ایش سدہ اور ایش تم عبرانی میں (پیدایش ۲۵/۲۷) اور جیسے بدوی اور حضری ایسے ہی جن اور انس تھے کیونکہ جن کے معنی چھپے ہوئے کے ہیں اور انس جو چیز نظر آوے جو لوگ حضرت سلیمانؑ کے یہاں پتھر تراشنے کا کام کرتے تھے اُن کو جبلیم (۱ سلاطین ۵/۱۸) یعنی پہاڑی کہا ہے اور قرآن میں اُن کو جن اور شیاطین (انبیا) کہا ہے۔ ان کا تفصیلی بیان دوسرے موقع پر ہوگا۔ +

یہ بھی یاد رکھنا چاہئیے کہ שד کے معنی ہیں تباہ کرنا فنا کرنا اور غارت کرنا داخل ہے اِس لئے ڈاکوؤں شریروں کو بھی שד شد کہتے ہیں اور کتاب امثال سلیمان علیہ السلام ۲۱-۷ - اور صحیفہ اشعیا ۱۶-۴ میں یہ لفظ انھیں معنوں میں ہے اور عربی میں بھی شدۃ سختی اور زور کو کہتے ہیں بس شد שד یا جو اسکی جمع ہے شدیم - ہندی میں اس کے معنی مہابلی اور مہادیو کے ہونے چاہئیں - اور چونکہ جس قدر چیزیں خدا کے ماسوا پوجی جاتی تھیں اور اب بھی پوجی جاتی ہیں وہ سب انسان اور انسان کی روحیں ہیں کہ وہ لوگ اپنے زمانہ حیات میں کسی نہ کسی وجہ سے بنی آدم پر غالب ہوئے اور بعد مرنے کے الہ بنائے گئے حتی کہ سیاروں کی پرستش کی اصل یہی ہے کہ اُن کو بھی دراصل انسان مانا جاتا ہے بعد مرنے کے وہ آسمان کو اُڑ گئے جیسے زہرہ وغیرہ - پس حضرت سلیمانؑ کے جن اور شیطان شدہ اور شدوت وہ سب حضرت انسان ہی میں سے تھے اور قرآن کا مضمون حضرت سلیمانؑ کی کتاب سے بالکل موافق ہے - مخالفوں نے اور نادان دوستوں نے یہ بات مشہور کر رکھی ہے کہ قرآن کا یہ مضمون کہ سلیمانؑ کے پاس جنات تھے محض ایک افسانہ ہے جسے یہود کے بے اصل قصہ کہانیوں سے اخذ کیا گیا ہے مگر اب اُن کی کیسی غلطی ثابت ہوئی کہ سلیمانؑ کی سچی کتاب میں (واعظ ۲-۸) وہی مضمون جس سے مضمون قرآن کی تصدیق ہوتی ہے ثابت ہوتا ہے!

نمل

(۳۱) حتی اذا اتوا علی واد النمل قالت نملۃ یاایھا النمل[۵۱] ادخلوا مسٰکنکم لایحطمنکم[۵۲] سلیمان وجنودہ وھم لایشعرون ۔ (نمل) +

ترجمہ ۔ یہاں تک کہ جب قوم نمل کے میدان میں پہونچی تو اس قوم کی رئیس عورت نے اپنے اہل قوم سے کہا کہ اے قوم نمل اپنے گھروں میں داخل ہو جاؤ ایسا نہو کہ سلیمانؑ اور اُن کا لشکر تمکو نادانستہ آزار پہونچا دیں +

تفسیر ۔ چیونٹی کو بھی نمل کہتے ہیں اور اس نام کا ایک قبیلہ بھی تھا جب اس قوم یا قبیلے کے مُلک میں سلیمانؑ کا لشکر پہونچا تو چونکہ دستور ہے کہ لشکری آدمی اکثر اَوروں پر زیادتی اور جبر کرتے ہیں اس لئے رئیس قوم نے اپنے اہل قوم کو سمجھا دیا کہ اپنے گھروں میں بیٹھے رہو +

اب دیکھئے کہ سب قوموں میں دستور ہے کہ وہ اپنے نام جانوروں کے نام پر رکھتی ہیں جیسے عرب میں اسد اور کلب کے دو مشہور قبیلے تھے ۔ اور ہندوستان میں ناگ بنسی ۔ تو کیا درحقیقت وہ شیر اور کتے اور سانپ تھے ۔ ایسے ہی نمل بھی جو چیونٹی کو بھی کہتے ہیں اور ایک قبیلہ یا قوم کا نام بھی تھا +

---

۵۱ اس میں نمل سے ایسا خطاب کیا گیا ہے جیسا کہ عقلاء یعنی آدمیوں سے کیا جاتا ہے مگر جیسا غیر عقلاء یعنی حیوانات سے ہوتا ہے ۔ جانوروں کی خلقت میں عقل اور نطق رکھا ہی نہیں گیا ۔ ولاتبدیل لخلق اللہ[۳] ۔ +

۵۲ حطم کے معنے روندنے کے نہیں ہیں بلکہ توڑنے کے ہیں چیونٹیوں کے مضمون پر جمانے کے لئے اسکا ترجمہ روندنا کر دیا جاتا ہے ۔ +

مسلمان مفسروں میں سے عجائب پسند اور وہمی خیال کے آدمیوں نے اس قوم نمل کو چیونٹی سمجھا اور شاعروں کی وجہ سے اس کی بڑی شہرت ہوگئی اور نامسلمان مخالفوں نے اعتراض کی راہ سے اس پر طعن و طنز کئے۔ ایک قوم تو اپنی سادگی سے اور دوسری قوم شرارت سے بہک گئی ۔

قرآن مجید کے جس قدر عربی۔ فارسی اور ہندی ترجمے ہوئے سب نے نمل کا یہی ترجمہ کر دیا حالانکہ یہ نام ہونے کی وجہ سے ترجمہ کے لائق نہ تھا۔

یونانی زبان کی پرانی کتابوں میں بھی قوم نمل کا حال ملتا ہے چنانچہ اسطرابو یونانی جو سال عیسوی سے ساٹھ برس بیشتر پیدا ہوا تھا اس نے اپنی کتاب جغرافیہ میں (جو اب انگریزی میں ترجمہ ہو کر تین جلدوں میں چھپ گئی ہے ۱۸۵۶ء) "مِی گائیدٗ" کا ذکر کیا ہے (اس لفظ کے معنی بھی چیونٹی کے ہیں) کہ وہ زمین سے مٹی کھودتی ہے اور اس میں سے سونے کے ذرے نکلتے ہیں اور ان کے اطراف کے رہنے والے بار برداری لیکر آتے ہیں اور چیونٹیوں سے لڑتے ہیں اور وہ مٹی بھر کر لیجاتے ہیں اور اس میں سے سونا الگ کر لیتے ہیں۔ اس امر کی تصدیق ہمکو مقریزی کی تاریخ سے ہوئی (یہ مؤرخ احمد المقریزی مصر میں سنہ ۱۳۶۴ء سے ۱۴۴۲ء تک تھا۔ اس نے عربی میں مسلمانوں کی تاریخ لکھی) کہ جب ہارون الرشید دورہ کرتے ہوئے وادی نمل میں پہنچے تو وہاں کی ایک بڑھیا نے ان کی دعوت کی۔ (عجیب اتفاق ہے کہ سلیمانؑ کے وقت میں بھی شاید اس قبیلہ پر ایک عورت نملہ حکمران تھی اور ہارون کے وقت میں بھی ایک بڑھیا اس قوم کی رئیس تھی) ہارون نے اس خیال سے کہ یہ گاؤں بہت ہی چھوٹا ہے دعوت قبول کرنے میں تامل کیا

آخر قبول کی اور رخصت کے وقت اُس بڑھیا نے کئی تھیلیاں اشرفیوں کی نذر کیں بادشاہ نے تعجب سے پوچھا تو اُس نے جواب دیا کہ ہمارے یہاں ایسا سونا بہت نکلتا ہے [۵]

[۵] سید خیرالدین احمد وزیر سلطنت ٹونس نے کتاب اقوم المسالک فی احوال الممالک (ص ۳۰۷) میں جسکا ترجمہ نظم الممالک (ص ۶۲) میں ہوا ہے لکھا ہے کہ۔ یہ مقریزی نے ماموں رشید کی ایک حکایت لکھی ہے اُس سے معلوم ہوتا ہے کہ مسلمانوں کی ثروت اور دولت اُن کے عدل کے زمانہ میں کیسی ترقی پر تھی چنانچہ اُسنے لکھا ہے کہ جب ماموں رشید نے مصر کے علاقہ کا دَورہ شروع کیا تو وہ ہر گانوں میں ایک رات دن ٹھہرتا تھا جب وہ طا والنمل ایک گانوں میں پہونچا تو وہاں حسب معمول اُس نے قیام نہ کیا اور آگے کو چلا تو ایک بڑھیا اُسی گانوں کی ماموں رشید کی خدمت میں آئی اور اُس نے عرض کیا کہ آپ میرے گانوں میں بھی قیام فرماویں جب ماموں رشید نے اُسکی التجا کو قبول فرمایا اور وہاں قیام کیا تو اُس بوڑھیا نے اپنی حیثیت کے موافق ماموں رشید کی اور اُس کے لشکر کی دعوت کا سامان کیا اور جب ماموں رشید نے وہاں سے روانہ ہونے کا قصد کیا تو اُس بوڑھیا نے دس تھیلیاں اشرفیوں کی ایک ہی برس کے سکہ کی ماموں رشید کی نذر گذرانیں ماموں رشید اوّل تو اپنی اور اپنے لشکر کی دعوت سے ہی متعجب ہوا تھا جب اُس نے اس قدر اشرفیاں دیکھیں تو اَور بھی زیادہ متعجب ہوا اور بوڑھیا سے کہا کہ ہم تیری نذر نہیں لیتے تو ایک غریب بوڑھیا ہے اُس بوڑھیا نے کہا کہ یہ کوئی بڑی چیز نہیں ہے بلکہ یہ سونا تو ہمارے گانوں کی مٹی میں سے پیدا ہوتا ہے علاوہ اسکے میرے پاس تو بہت کچھ اَور موجود ہے یہ تو کچھ بھی نہیں ہے جب ماموں رشید نے یہ سُنا تو اُس کو خوشی سے قبول کیا اور اُس بڑھیا کی اُس گانوں میں عزت اور وقعت زیادہ کردی۔"

طیر (۴) وتفقد الطیر فقال مالی لا اری الھدھد ام کان من الغائبین۔ لأعذبنه عذاباً شدیداً او لا اذبحنهٗ اولیاتینی بسلطان مبین۔ (نمل) +

ترجمہ۔ اور سلیمانؑ نے لشکر کا جایزہ لیا تو کہا کہ کیا وجہ کہ ہدہد (جو ایک شاید امیر فوج یا مصاحب تھا) نظر نہیں آتا۔ کیا وہ غیر حاضر ہو گیا اس کی میں سزا کرونگا یا قتل کرونگا اگر وہ کوئی معقول عذر نہ پیش کرے گا[۱] +

تفسیر۔ لوگوں نے اُردو میں اس کا ترجمہ عجیب کیا ہے کہ اور خبر لی اُڑتے جانوروں کی الخ حالانکہ طیرہ کے معنی لشکر کے بھی ہیں۔ حماسہ میں جو علم عربیت کی معتبر اور مشہور کتاب ہے۔ موسٰی بن جابر کا یہ ایک شعر ہے +

فما نفرت جنی ولا فل مبردی
ولا اصبحت طیری من الخوف دفعاً

اس کی شرح میں شیخ ابو زکریا یحیٰی بن علی الخطیب التبریزی نے لکھا ہے۔ ویجوز ان یرید یا لطیر سرایاہ وطوایف خیله التی کانت تذھب فی الغارات والارتباء وتجسیس الاخبار وغیرھا (ص ۱۸۲ شرح حماسہ مطبوعہ بونا ۱۸۲۳ء) +

ہدہد ہدہد ایک آدمی کا نام ہے اور ایک چڑیا بھی عربی زبان میں ہدہد کہلاتی ہے اور لفظ ہداہد جو کہ ہدہد کی جمع ہے ایک قبیلہ کا نام ہے جو یمین میں تھا (صراح)

---

[۱] یہ باتیں اُسی کی نسبت کہی جاتی ہیں جو کہ مکلف اور ذی عقل ہو نہ کہ چڑیوں کی نسبت۔ +

اور تواریخ سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے زمانہ میں اور آدمی اسی نام کے یا اسی کے قریب اللہمہ نام کے تھے چنانچہ ہدو ۲۶۶ جس کا ذکر کتاب اول سلاطین ۱۱ ۱۴ میں ہے ہدو عزر ۲۶۶ ۲۶۶ ایضاً ۱۱ ۲۳ اور شاید بعض تفسیروں میں ہے کہ ہدہد بلقیس کے چچا کا نام تھا اور ڈاکٹر پوکاک کی تاریخ عرب میں جو سولھویں صدی میں تصنیف ہوئی بلقیس کے باپ کا نام ہدہاد بن شرجیل لکھا ہے مفسرین نے لفظ طیر کی مناسبت سے ایک انسان سردار لشکر یا مصاحب حضرت سلیمانؑ مسمّی بہ ہدہد کو چڑیا بنا دیا۔

عفریت عرش

(۵) قال یا ایھا الملاء ایکم یاتینی بعرشھا قبل ان یاتونی مسلمین۔ قال عفریت ۵۱ – ۵۲ من الجن انا اٰتیک بہ قبل ان تقوم من مقامک و انی علیہ لقوی امین (نمل)۔

ترجمہ حضرت سلیمانؑ نے فرمایا کہ اے دربار والو تم میں کوئی ہے کہ اس کا

---

۵۱ قولہ تعالیٰ۔ عفریت التاء زایدۃ لانہ من العفر یقال عفریت و عفریتۃ۔ اعراب القرآن۔

۵۲ بخاری نے (کتاب الصلوٰۃ و تفسیر میں) روایت کی ہے۔ حدثنا اسحاق بن ابراھیم حدثنا روح ومحمد بن جعفر عن شعبۃ عن محمد بن زیاد عن ابی ھریرۃ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ان عفریتا من الجن تفلت علی البارحۃ او کلمۃ نحوھا لیقطع علی الصلوٰۃ فامکننی اللہ منہ واردت ان اربطہ الی ساریۃ من سواری المسجد حتی تصبحوا وتنظروا

تحت اُن کے حکم بردار ہو کر آنے سے پہلے لے آوے قبیلہ جن میں سے عفریت نامی ایک شخص نے کہا کہ آپکے اپنی جگہ سے اُٹھنے سے پہلے میں اُسکو لا دیتا ہوں اَور

بقیہ حاشیہ | الیہ کلکم فذکرت قول اخی سلیمان ھب لی ملکا لا ینبغی لاحد من بعدی قال روح فردہ خاسئا +

یعنی جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک عفریت جن میں سے میری نماز میں آیا میں نے اُسکو پکڑ لیا اور چاہا کہ مسجد کے ستون سے باندھ رکھوں مگر سلیمان کا قول یاد آیا الخ

یہ روایت ثابت اور صحیح نہیں ہے +

اوّل۔ تو یہ کہ ایک خبر واحد ہے جو مفید علم و یقین نہیں ہوتی +

دوسرے یہ کہ اس میں راوی نے ٹھیک وہ الفاظ جو جناب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائے تھے یاد نہیں رکھے چنانچہ اس کا شک اور تردد او کلمۃ نحوھا سے ثابت ہے +

تیسرے۔ یہ کہ یہ روایت معنعن ہے جس میں شعبہ اور محمد اور ابی ہریرہ اور جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم سے عنعن کرکے روایت ہوئی ہے جو اتصال پر یقیناً حمل نہیں ہو سکتی۔ احتمال ہے کہ ان سب راویوں کے درمیان ایک ایک دو دو واسطہ چھوٹ گیا ہو +

چوتھے یہ کہ حضرت ابو ہریرہ سے اکثر غلط روایتیں مشہور ہو گئی ہیں اور خود اُن کے زمانہ میں بھی اُن کی روایت پر لوگ طمانیت نہیں کرتے تھے اور اُن کی روایتوں کو حضرت عائشہؓ پر عرض کرکے تصحیح یا تغلیط کرتے تھے۔ چنانچہ مسلم نے روایت کی ہے (باب استحباب بدءو النعال بالیمنی الخ) حدثنا ابو بکر بن ابی شیبہ (و) ابو کریب واللفظ لابی کریب قالا) حدثنا ابن ادریس عن الاعمش عن ابی رزین قال خرج الینا ابو ھریرۃ رضی اللہ عنہ فضرب بیدہ علی جبھتہٖ فقال

میں اسپر قوی اور امین ہوں +

تفسیر۔ عفریت ایک آدمی کا نام تھا اور کسی شہر یا قلعہ کا نام بھی ہو سکتا ہے۔ قاموس میں عفر کے مادہ میں لکھا ہے اسم ارض وقلعۃ بفلسطین واسم امراۃ والرجل الکامل الضابط القوی۔ پس یہ عفریت جو حضرت سلیمانؑ کے دربار میں تھا قبیلہ بنی عمالیق سے جو جن کہلاتے ہیں ہوگا اور یہ نام یا تو شہر عفرون کی نسبت سے اُس کا ہوگا یا اُس کا ذاتی نام اور یا اُسکی قوت اور شدت کی وجہ سے وہ عفریت کہلاتا ہوگا جس کا اشارہ لفظ قوی میں بھی ہے اور یہ تو عجایب پرستوں کی ایک خام خیالی ہے کہ وہ راکھس یا دیو تھا +

عبرانی کتابوں میں عفرہ עפרה آدمی کا نام بھی ہے (۱ اخبار الایام ۴/۱۴) اور شہر کا نام بھی (قاضیوں کی کتاب ۶/۱۱ ۲۴/۸ ۵/۹) ایسے ہی عفرون עפרון بھی آدمی کا نام ہے (پیدایش ۳/۸ ۲۳ ۲۵/۹) اور شہر کا نام بھی (۲ اخبار الایام ۱۳/۱۹ یوشع ۱۵/۹) +

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ	الا انکم تحدثون انی اکذب علی رسول اللہ صلی اللہ علیہ

وسلم الخ یعنی ابو رزین کہتا ہے کہ حضرت ابوہریرہ ہم لوگوں کے پاس آئے اور اپنا ماتھا کوٹ کے فرمانے لگے کہ تم لوگ کہتے ہو کہ میں جناب پیغمبر صلے اللہ علیہ وسلم پر جھوٹ باندھتا ہوں الخ

پانچویں یہ کہ سوم راوی بھی متکلم فیہ ہے جیساکہ فتح الباری شرح بخاری تصنیف ابن حجر عسقلانی کے مقدمہ کی نویں فصل سے ظاہر ہے۔ پس یہ روایت کسی طرح قابل یقین نہیں ہو سکتی +

(۶) قال الذی عندہ علم من الکتاب انا اٰتیک بہ قبل ان یرتد الیک طرفک فلما راٰہ مستقرا عندہ قال ھٰذا من فضل ربی لیبلونی ءاشکر ام اکفر (نمل) +

ترجمہ۔ جس شخص کے پاس کتاب کا علم تھا وہ بولا کہ میں اسکو ایک طرفۃ العین میں لا دیتا ہوں۔ پھر جب سلیمانؑ نے اس کو اپنے پاس رکھا دیکھا تو کہا کہ یہ میرے خدا کے فضل سے ہے کہ میری آزمایش کو کہ میں شکر کرتا ہوں یا ناشکری +

تفسیر۔ وہ عفریت تو قوم عمالیق سے تھا اور یہ شخص اہل کتاب میں سے تھا اس نے کہا کہ میں بلقیس کے تخت کو بہت جلد منگوا دیتا ہوں غالباً اس کا تخت ایک معمولی طور کے بیٹھنے کی چوکی ہوگی جسے بلقیس ساتھ لائی ہوگی وہ اس نے بلقیس کے یہاں سے منگوا دی اور یہ بات غالباً بلقیس کی اطلاع سے ہوئی چنانچہ دوسری آیت سے صاف ظاہر ہوتا ہے۔ کہ جب ملکہ سبا کو وہ تخت دکھلا کے پوچھا گیا تمہارا تخت ایسا ہی ہے اس نے کہا "کانہ ھو۔ واوتینا العلم من قبلھا" کہ گویا یہ وہی ہے اور ہمکو معلوم ہو چکا آگے سے۔ قصہ گو مفسروں نے محض ان سیدھی سادی باتوں کو افسانہ کا رنگ دینے کو بہت کچھ مبالغے کیے ہیں کہ بلقیس کا تخت حد سے زیادہ مثلاً ۸۰ گز لمبا تھا اور وہ اس کو سات کوٹھریوں میں سبا میں بند کر آئی تھی اور اسپر پہرے کھڑے تھے اور آصف

ﻪ انہ اراد المبالغۃ فی السرعۃ کما یقول لصاحبک افعل ذلک فی لحظۃ وھٰذا قول مجاھد الخ۔ تفسیر کبیر رازی۔ +

وزیر سلیمانؑ نے درحقیقت ایک طرفۃ العین میں اس طور سے منگوا دیا کہ اسم[1] اعظم پڑھا اور وہ تخت زمین کے نیچے ہی نیچے چلا آیا اور سلیمان علیہ السلام کے قریب آکر زمین سے پیدا ہوگیا۔ قرآن کے مضمون میں کوئی ایسا مضمون خلاف مجرائی طبعی اور افسانہ کے طور پر نہیں ہے۔ مگر قصہ خوانوں نے اپنی طرف سے لغو اور بیہودہ حکایتیں بڑھا اور ملا کے اسی اصلی باتوں کو ایک سخریہ بنا دیا ہے +

کشف ساق

(۷) قیل لھا ادخلی الصرح فلما رأتہ حسبتہ لجۃ وکشفت عن ساقیھا قال انہ صرح ممرد من قواریر۔ (نمل) +

ترجمہ۔ کسی نے کہا اُس عورت کو اندر چل محل میں تو جب دیکھا اُس نے وہ سمجھی کہ پانی ہے اور گھبرائی (کہ کیونکر جاؤں) کسی نے کہا یہ تو ایک محل ہے اس میں شیشے جڑے ہیں +

تفسیر۔ کشف ساق سے کنایتاً گھبراہٹ مراد ہے کیونکہ جب کوئی ہنگامہ برپا ہو یا معرکۂ جنگ میں شکست ہو ہلڑ مچے اور ہل چل اور بھاجڑ پڑے تو عرب کے لباس کی متفضلے سے پنڈلیاں کھل جائینگی +

پس یہاں یہ ترجمہ بہت ہی مناسب اور چسپاں ہے۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اور بھی کشف ساق کا ذکر ہے۔ یوم یکشف عن ساق (ت) اور یہاں قیامت کے ہول اور گھبراہٹ اور ہڑ ہڑ اور افراتفری مچ جانے سے یہی صاف اور صحیح معنی ہو سکتے ہیں کہ جس دن ہلڑ مچے۔ نہ یہ کہ حقیقت میں کسی کی پنڈلی کھل جائے

[1] ذوق اسماء الٰہی میں سب اسم اعظم اسکے ہر نام میں عظمت ہے نہ ایک نام میں خاص +

اور عرب کا ایسا محاورہ بھی ہے کہ جب لڑائی میں شدت ہو تو کہتے ہیں کشفت الحرب عن ساق۔ جو لوگ یہاں پر یہ معنی مراد لیتے ہیں کہ ملکہ سبا نے اپنی دونوں پنڈلیاں ننگی کر دیں تاکہ اس پانی میں اُتر جاوے وہ صرف اس لغو قصہ کی رعایت سے ایسا کہتے ہیں یعنی حضرت سلیمانؑ سے جنات نے کہا تھا کہ ملکہ بلقیس ایک جنیہ کے پیٹ سے ہے اور اُس کی پنڈلیوں پر بال ہیں اور اُس کے پیر گدھے کے کھر کی مانند ہیں تو اس امر کی تحقیق کے لیے حضرت سلیمانؑ نے یہ یہ سب سامان کیا تھا مگر حضرت سلیمانؑ کی نبوت اور حکمت پر نظر کرنے سے یہ قصہ محض واہیات معلوم ہوتا ہے اور یقیناً جھوٹ ہے یہ اُن کا بادشاہی سامان تھا اور اس پانی کو دیکھکر ملکہ سبا گھبراتی تھی کہ کیوں کر جاؤں اتنے میں کسی نے کہہ دیا کہ اس پانی پر آئینہ کا فرش ہے +

(۸) اس مضمون میں ہم نے تفسیروں کی عبارتوں سے اور مختلف مفسروں کے اقوال سے بحث نہیں کی۔ ہمیں ہندی سادہ و سرسری۔ صرف قرآن مجید کی عبارت اور اُس پر ضروری امر متعلق تھا لکھ دیا ہے کیونکہ اس تحریر سے مقصود ہے کہ قرآن مجید میں جو ایسی باتیں ضمناً تفسیر کے لباس اور قصہ خوانوں کی وجہ سے داخل سمجھی جاتی ہیں اُن سے مضمون قرآنی کو پاک کیا جاوے اور جو سچی اور سیدھی بات ہو وہی راست راست بیان کی جاوے اور جو کچھ اعتراضات منکروں کی طرف سے ان مضمونوں پر وارد ہوتے ہیں اُن کو یہ بات صاف صاف دکھلا دینی چاہئیے کہ اس قدر تو امر حق اور واقعی ہے اور اس قدر لغو اور جھوٹ ہے اور جس قدر جو مضمون قرآن میں ہے وہ تاریخی واقعات اور مجرلے طبعی کے

موافق ہے۔ مگر تفسیروں میں جھوٹے قصے اور خلاف حقیقت حکایتیں بھری ہوں تو اس سے قرآن ان کا ذمہ دار اور جوابدہ نہیں ہو سکتا +

بعضے بعضے ہوشیار اور حکیم مزاج مفسروں کو بھی یہ بات معلوم تھی کہ یہ قصے تفسیروں کے پیرایہ میں اعتراض کے قابل ہیں اور انھوں نے اپنے زمانہ کے علم و حکمت کے رنگ اور مقدور کے موافق اس کے جواب دینے اور اعتراض اُٹھانے پر کوشش بھی کی مگر پھر بھی اُنھوں نے جواب دینے میں ایک عمدہ اصول کو نظرانداز کردیا وہ یہ کہ اُنھوں نے قرآن کے سچے مضمون اور تفسیروں کی جھوٹی کہانیوں میں تمیز نہیں کی الاکہیں کہیں +

امام فخرالدین رازی نے تفسیر کبیر میں سورہ نمل کی تفسیر میں انھیں آیتوں کے ذیل میں لکھا ہے :-

ان الملاحدة طعنت فی هذه القصة من وجوه- احدها ان هذه الآیات اشتملت علی ان النملة والهدهد تکلما بکلام لا یصدر ذلک الکلام الا من العقلاء وذلک یجر به الی السفسطه فانا لو جوزنا ذلک لما امنا فی النملة التی تشاهدها فی زماننا ان یکون اعلم بالهندسه من اقلیدس وبالنحو من سیبویه وکذ القول فی القملة والصبیان ویجوز ان یکون فیهم الانبیاء والتکالیف والمعجزات ومعلوم ان من جوزه کان الی الجنون اقرب- وثانیها ان سلیمان علیه السلام کان بالشام فکیف طار الهدهد فی تلک اللطیفة من الشام الی الیمن ثم رجع الیه +

والجواب عن الاول ان ذلک الاحتمال قائم فی اول العقل وانما یدفع

ذٰلک بالاجماع وعن البواقی ان الایمان بافتقار العالم الی القادر المختار یزید ہٰذہ الشکوک ۔

اور پھر دوسری جگہ لکھا ہے۔ وھٰھنا سوال وھو انہ کیف یجوز والمسافۃ بعیدۃ عن ینتقل العرش فی ہٰذ الزمان وھٰذ تقتضو اما القول بالطفرۃ او حصول الجسم الواحد دفعۃ واحدۃ فی مکانین ۔ جوابہ ان المہندسین قالوا کرۃ الشمس مثل کرۃ الارض مایۃ واربع وستین مرۃ ثم ان زمان طلوعھا زمان قصیر فاذا قسمنا زمان طلوع تمام القرص علی زمان القدر الذی بین الشام والیمن کانت اللمحۃ کثیرۃ فلما ثبت عقلاً امکان وجود ہٰذہ الحرکۃ السریعۃ وثبت انہ تعالیٰ قادر علی کل الممکنات زال السوال ۔ (از نسخہ قلمی) ✚

بھلا وہ قصے تو عجیب تھے ہی یہ جواب اُن سے بھی زیادہ عجائب وغرایب ہیں خیر اُس زمانہ میں شاید یہی جواب کافی ہوگا ✚

ہمنے جو ترجمہ اور مختصر سی تفسیر کر دی ہے اس سے سب قسم کے اعتراضات خواہ وہ علوم حکمیہ کی قسم سے ہوں یا تاریخی واقعات کی قسم سے دفع ہو جاتے ہیں اور سچا مضمون قرآن کا ثابت ہوتا ہے ✚

تسخیر ریح۔ جہاز رانی۔ عین القطر یعنی صناعت سے پگھلا
ہوا تانبا اور اُس کا مقام۔ جن و شیاطین۔ صور کے
ملک کے پہاڑی آدمی جو فنون اور دستکاری جہازرانی
میں بڑے صنّاع اور اُستاد کار تھے۔ باذنِ ربہ۔ یعنی
حوام کاریگر کا اپنے بادشاہ کی اجازت سے حضرت
سلیمان علیہ السلام کا کام کرنا۔ اُسکی صناعیوں کی تفصیل۔
صحف سابقہ سے قرآن مجید کی تطبیق اور تصدیق اور
انکشافات جدید کی توقع

(۱) قرآن مجید میں تین جگہ فرمایا ہے کہ ہوا کو سلیمان علیہ السلام کے تابع یعنی
مسخر کردیا تھا۔ ولسلیمان الریح غدوھا شھر ورواحھا شھر (سبا رکوع ۲)
ولسلیمان الریح عاصفة تجری بامرہ الی الارض التی بارکنا فیہ (انبیا
رکوع ۶) وسخرنا لہ الریح تجری بامرہ رخاء حیث اصاب (ص رکوع ۳)
سورۂ ابراہیم میں ہے وسخر لکم الفلک لتجری فی البحر بامرہ وسخر لکم
الانہار وسخر لکم الشمس والقمر دائبین وسخر لکم اللیل والنہار۔
ترجمہ۔ اور کام میں دی تمہارے کشتی کہ چلے دریا میں اُسکے حکم سے اور کام میں

دیں تمہارے ندیاں اور کام میں دیئے تمہارے سورج. در چاند ایک دستور پر اور کام میں دیئے تمہارے رات اور دن۔

ان آیتوں سے صاف کھل جاتا ہے کہ قرآن میں تسخیر کا مضمون کس محاورہ پر آتا تھا۔ یہ عوام الناس کی تسخیر نہیں ہے جو پریوں کو تسخیر کرتے ہیں اور منتر پڑھتے ہیں بلکہ جملہ اہل عالم کا ان چیزوں سے قدرتی طور پر متمتع ہونا ان چیزوں کا اُن کے مسخر ہونا ہے۔ ورنہ کسی نے ہم میں سے کوئی پڑھنت پڑھ کر کشتیوں اور دریاؤں کو اور چاند اور سورج اور رات اور دن کو مسخر نہیں کیا ہے +

(۳) مفسرین تو یہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمان علیہ السلام ایک اوڑن کھٹولے پر[سلہ] سوار ہو کر معہ ساز و سامان و حشم و خدم ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر یعنی ممالک شام و ایران و یمن و فلسطین یا دمشق سے اسطخر اور فارس اور وہاں سے کابل کی سیر کیا کرتے تھے۔ مگر مفسرین کا قاعدہ ہے کہ جب وہ کہینگے تو ایک انوکھی بات کہینگے جس کا کچھ پتہ ٹھکانا نہ ہو وہ اپنے خیال کی بلند پروازیوں سے وہم کے گھوڑے دوڑاتے ہیں۔

میرے توسن کو صبا باندھتے ہیں

شعرا اپنی ہوا باندھتے ہیں۔

وہ کبھی تاریخانہ تحقیقات پر متوجہ نہیں ہوتے۔ وہ جو شام کی کسی لڑائی میں ایک بار شتر یہود کے قصہ کہانیوں کا مل گیا تھا وہی اُن کا مایۂ بساط ہے حالانکہ حضرت سلیمان کی تاریخی کتابیں جو یہود کے مجموعہ اربع عسریم کے صیفہ کتوبیم میں مدون ہیں اگر اُنپر

[سلہ] غبارہ کا امتحان ہو سکتا ہے مگر اسکا کوئی تاریخی ثبوت نہیں +

رجوع کرتے تو انہیں ان آیات کی تفسیر میں بادہوائی قصہ کہانی لکھنے کی ضرورت نہ پڑتی۔

(۳) کتاب سلاطین اور اخبار الایام کے ملاحظہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے بنی اسرائیل میں اول اول جہازرانی شروع کی ان کے دو بڑے بڑے بیڑے بحر روم اور بحر ہند میں آسمان سے باتیں کرتے ہوئے ہوا کے رخ پر چلتے تھے اور چونکہ اُس زمانہ میں دخانی جہاز نہ تھے اور بادی جہاز بغیر تسخیر ہوا کام نہیں دیتے۔ اُن کی رفتار ایسی تھی کہ صبح سے شام تک اور شام سے صبح تک اس قدر مسافت طے کر جاتے تھے جو اُس زمانہ میں ایک مہینے کے سفر میں طے ہوسکتی تھی۔ اور الی الارض التی بارکنا سے بھی اُن کی واپسی پر اشارا ہے پس سلیمان علیہ السلام کے ان جہازوں کا چلنا اور ہوا کا مسخر ہونا ایک ہی بات ہے۔ قرآن کوئی تاریخ کی کتاب نہیں جس میں مفصل کیفیت لکھی جاتی بلکہ اس میں تو بر سبیل تذکرہ فضائل سلیمان علیہ السلام اور انعامات الٰہی کے بیان میں اس بات پر اشارا ہے جو تاریخ کی کتابوں میں مفصل لکھی ہوئی ہے +

(۴) سفر الملوک اول (ب ۹) میں لکھا ہے (۲۶) پھر سلیمان بادشاہ نے عصیون جیبر میں جو ایلوث کے نزدیک ہے دریائے قلزم کے کنارہ پر جو ادوم کی سرزمین میں ہے جہازوں کے بحر بنائے اور حیرام نے اُس بحر میں اپنے چاکر ملاح جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے سلیمانؑ کے چاکروں کے ساتھ کرکے بھجوائے اور وے اوفیر کو گئے۔ اور کتاب سفر الایام ثانی (ب ۲) میں حیرام کا قول بخطاب سلیمان منقول ہے۔ (۱۶) ہم جتنی لکڑیاں تجھکو درکار ہیں لبنان میں کاٹینگے اور انھیں بیڑا بندھوا کے سمندر پر سے تیرے پاس یافا میں پہونچا دینگے۔ پھر اسی کتاب کے باب ۸ میں ہے۔ اس وقت سلیمان سمندر کے کنارے ادوم کے ملک میں عصیون جیبر اور ایلوث کو

گیا اور حورام نے اپنے نوکروں کے ہاتھ سے جہازوں کو اور ملاحوں کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے اُسکے پاس بھیجا اور وے سلیمانؑ کے چاکروں کے ساتھ اوفیر کو گئے اور وہاں سے ساڑھے چار سَو قنطار سونا لیا اور سلیمانؑ بادشاہ کے پاس لائے پھر اسی کتاب کے نویں باب میں لکھا ہے۔ کہ بادشاہ کے جہاز حورام کے نوکروں کے ساتھ طرسیس کو جاتے اور وہاں سے اُن ترمین برس میں ایک بار سونا اور روپا اور ہاتھی دانت اور بندر اور مور اُسکے لئے بھیجتے تھے۔ اس سے ثابت ہے کہ مقام عصیون جبیر میں حضرت سلیمانؑ نے جہاز بنوایا تھا اور وہ جہاز اوفیر کو جاتا تھا اور دوسرا جہاز طرسیس کو جاتا تھا +

(۵) محققین نے اس امر میں اختلاف[۵۱] کیا ہے کہ اوفیر کس مقام پر تھا اس شہر کا نام صحیفہ ایوب $\frac{۲۲}{۲۴}$ میں بھی ہے۔ ترجمہ یونانی سبٹواجنٹ میں اوفرہ کی جگہ سفرہ لکھا ہے۔ بعضے تو ہاتھی دانت اور بندر اور طاؤس کے قرینہ سے اسکو ہندوستان کا کوئی شہر جو مغرب کے کنارہ پر ہوگا بتلاتے ہیں اور بعضے اُسکو افریقہ کا شرقی کنارہ بتلاتے ہیں اور لفظ تکوہیم کا ترجمہ طوطوں کی ایک قسم کرتے ہیں نہ کہ طاؤس ادریسی نے اپنے جغرافیہ میں سفرا کو افریقہ میں قایم کیا ہے اور بطلیموس نے ایک سفرا عرب اور ایک ہندوستان میں لکھا ہے +

شاید طرسیس وہی ملک ہے جو قرطاجنہ کے پاس افریقہ کے کنارہ پر ہے اور باب ٹونس[۵۲]

---

۵۱ دیکھو ان کی تفسیر جلد ۳ صفحہ ۶۰۷ - اور ہمبلٹ کی کتاب الکائنات ربع ۲ ص ۶۴۹ و ۵۰۰) اور خطبات الاحمدیہ تصنیف مولوی سید احمد خاں بہادر نجم الہند خطبہ جغرافیہ عرب +

۵۲ ٹونس مدینۃ کبیرۃ محدثۃ بافریقۃ علی ساحل البحر عمرت من انقاض قرطاجنہ وھی علی میلین ھھنا وکان اسم ٹونس ترسیس - ابوالفداء

کے نام سے موسوم ہے۔ مگر ان باتوں کی تحقیق خارج از بحث ہے اس لئے او فیر
اور طرسیس کی بحث میں جو جغرافیہ کے متعلق ہے کوئی قطعی بات نہیں کہی جاتی +

وَاَسَلْنَا لَهٗ عَيْنَ الْقِطْرِ[۵۲] (سبا)

(۵) شاہ ولی اللہ صاحب کا ترجمہ ہے۔ "و روان ساختیم برائے او چشمہ مس"
اور شاہ عبد القادر صاحب کا ترجمہ ہے "اور بہا دیا ہمنے اُسکے واسطے چشمہ پگھلے
تانبے کا" مگر تانبا جو ایک معدنی جوہر ہے وہ پگھلا ہوا نہیں ہوتا بلکہ جملہ جواہر کانی
یعنی معدنیات بجز پارے کے سخت اور صلب ہوتے ہیں۔ قطر کے معنی جمال
قرشی نے صراح میں مس کے لکھے ہیں۔ اور فیروز آبادی مجد الدین نے قاموس
میں اس کے معنے (نحاس الذائب او ضرب منہ) یعنی پگھلا تانبا یا اُس کی
ایک قسم۔ اس میں قدرت کا بیان نہیں ہے کیونکہ فطرت میں تانبا پگھلا ہوا نہیں
ہوتا بلکہ صنعت کا بیان ہے جس سے سمجھا جاویگا کہ حضرت سلیمانؑ نے تانبے کے
پگھلوانیکا کارخانہ جاری کیا ہوگا جو کہ بیت المقدس اور بیت الملک وغیرہ عمارت
شاہی کے مصرف میں آتا ہوگا +

(۷) پس جو کچھ اس میں علم حقایق اشیا کی جہت سے اعتراض ہوتا ہے وہ تو
رفع ہو گیا۔ اب اس پگھلے تانبے کے چشمہ کا تاریخی ثبوت باقی رہا اور وہ یہ ہے:۔

---

[۵۱] مشہور ہے کہ عربی زبان میں عین کے بہت معنی ہیں چنانچہ عین کے معنی گزیدہ ہر
چیز ہے و شخص و نفس ہر چیز بھی ہیں۔ صراح اور قاموس میں ہے دار الشی والسید پس
یہ معنے ہو سکتے ہیں کہ ہمنے اس کے لئے عمدہ تانبا پگھلا دیا +

[۵۲] اسلنا۔ اذبنا۔ جلالین۔ +

سفر الملوک الاول جو ملاخیم کی پہلی کتاب ہے اور اردو ترجمہ میں سلاطین کی پہلی کتاب کہلاتی ہے اُس کے ساتویں باب کی ۱۳ اور ۱۴ آیت میں ہے۔

پھر سلیمان بادشاہ نے صور سے حیرام کو بلا بھیجا اور وہ نفتالی فرقہ کی بیوہ عورت کا بیٹا تھا اور اُس کا باپ صور کا آدمی ٹھٹیرا تھا اور وہ دانش اور عقلمندی اور حکمت سے کہ پیتل کے سب طرح کے کام کرے معمور تھا۔ سو وہ سلیمان بادشاہ کے پاس آیا اور اُس کا سب کام کیا۔ اور اسی باب میں تانبے سے جو چیزیں بنائی گئیں اُنکی تفصیل بھی لکھی ہے اور پھر کتاب سفر الایام الثانی جو اخبار الایام کہلاتی ہے اُسکی دوسری کتاب کے دوسرے باب کی ۱۳ و ۱۴ آیت میں ہے۔ اور اب میں حورام ابی ایک ہوشیار شخص کو جو کہ امتیاز کرنا جانتا ہے بھیجتا ہوں اور وہ دان کی بیٹیوں میں سے ایک عورت کا بیٹا ہے پر اُسکا باپ صور کا ایک شخص ہے وہ سونے روپے اور پیتل اور لوہے اور پتھر اور لکڑی اور ارغوانی اور آسمانی اور کتانی اور قرمزی اور ہر طرح کے نقشہ کا کام جانتا ہے اور ہر ایک منصوبے کو جو اُس سے پوچھا جاوے اُس کے ایجاد کرنے میں ماہر ہے +

اصل عبرانی میں نحاس کی جگہ נחשת (نخشت) ہے اور وہ ایک ہی لفظ ہیں جسکے معنی تانبے کے ہیں +

اور کتاب وبری ہیمم ۲ (۴/۱۶) میں נחשת ממרק نخشۃ ممرق یعنی نحاس مروق اور وہ یہی قطر مس گداختہ اور پگھلے تانبے کے بنے ہوئے برتن تھے ترجمہ عربی میں (نحاس نقی) اور کتاب ۱ ملاخیم میں ۷/۴۵ נחשת ממרט نخشۃ ممراط جس کا عربی ترجمہ نحاس رومی ہے یعنی صاف بنایا ہوا تانبا +

(۸) یہود کی انہیں کتب مقدسہ سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ چشمہ تانبے کا یعنی وہ مقام جہاں تانبا پگھلایا گیا تھا اردن کے میدان میں کھنکھنانی مٹی میں کوث (ساخوت) اور صرطان (صاردانا) کے درمیان میں تھا دیکھو اخبار الایام ۲-۱۷ و سلاطین اوّل ۷-۴۶) +

مفسرین اس کو قدرتی چشمہ بتلاتے ہیں اور یہ خلاف فطرت ہے اور اسکی جگہ ملک یمن میں بتلاتے ہیں اور یہ خلاف حقیقت ہے +

کاریگران

(۹) ومن الشیاطین من یغوصون لہ یعملون عملاً دون ذالک وکنا لھم حٰفظین (انبیا) والشیاطین کل بناءٍ و غواص۔ وآخرین مقرنین فی الاصفاد (ص ع۲) ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر۔ یعملون لہ ما یشاء من محاریب وتماثیل وجفان کالجواب وقدور الراسیات اعملوا آل داؤد شکراً وقلیل من عبادی الشکور (سبا ع ۱)۔

ان میں کوئی اصطلاحی جن وپری اور خیالی شیاطین و دیو مراد نہیں اور نہ وہ ہوائی جنات ہیں جن کو تشکل باشکال مختلفہ کا اختیار ہے اور نہ وہ شیاطین ہیں جن کو شیطان پرستوں نے معبود باطل اور شفیع مان رکھا ہے بلکہ یہاں جن اور شیاطین ان کاریگروں اور اُستادکاروں کو کہا ہے جن کو حیرام ۲ نے حضرت سلیمانؑ کی درخواست پر بیت المقدس کی تیاری اور بنانے کے لئے بھیجدیا تھا اور نیز ان ملاحوں اور جہازی کام دینے والوں کو کہا ہے جن کو اسی حیرام ۲ بادشاہ

صور نے حضرت سلیمانؑ کے جہازوں پر کام کرنیکو بھیجدیا تھا۔ اور نیز ان غیر قوم کے آدمیوں کو کہا ہے جو بنی اسرائیل کی قوم سے نہ تھے اور غیر ئیم کہلاتے تھے۔ جن کو تعمیر کے کام پر لگایا تھا۔ انھیں تینوں قسموں کے آدمیوں نے بیت المقدس اور شاہی تعمیرات اور جہاز رانی کے کام کئے اور یہی لوگ جن اور شیطان اور بنا اور غواص ہیں +

(۱۰) جب سلیمان نے بیت المقدس (مسجد اقصےٰ) بنانے کی تیاری کی تو حیرام بادشاہ صور کو کہلا بھیجا کہ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت داؤد کی جو مراد بیت المقدس بنانے کی تھی وہ تو لڑائیوں کے شغل سے پوری نہیں ہونے پائی۔ مگر اب میں چاہتا ہوں کہ اسکو پورا کروں۔ الا میری قوم میں صیدانیوں کی طرح لکڑی کاٹنے کے کام جاننے والے نہیں ہیں (۱ سلاطین ۵ - ۲ اخبار باب ۲) چنانچہ حیرام ۲ نے ایک مرد عارف بھیجدیا جو معدنیات کے کام اور نقاشی وغیرہ میں اُستاد تھا (سفر الایام ۲) اور اپنے لڑکوں کو اجازت دی کہ جبل لبنان سے دریا تک ازواد سرو کی لکڑیاں پہنچادیں ہو سلیمانؑ کے بنا (عمارت بنانیوالے) اور حیرام کے بنا اور جبلیوں یعنی پہاڑی آدمیوں نے لکڑی اور پتھر تراشے (کتاب اول سلاطین ۵/۱۸ و ۸)۔

(۱۱) پھر جب سلیمان علیہ السلام نے عصیون جبر کے مقام پر جہاز بنوایا تو حیرام ۲ بادشاہ صور نے بہت سے ملاح جو فن جہاز رانی کو خوب جانتے تھے بھیجدیئے (۱ سلاطین ۹/۲۶ ۲ اخبار ۸/۱۸) ۔ اور حورام نے اپنے نوکروں کے ہاتھ سے جہازوں اور ملاحوں کو جو سمندر کے حال سے آگاہ تھے اُس پاس بھیجا۔ انھیں کو قرآن مجید میں غواص کہا ہے۔ وہ جواہرات اور سونا وغیرہ بھی لاتے تھے (۱ سلاطین ۹/۲۸ ۲ اخبار الایام ۹)

(۱۲) پھر اقوام غیر میں سے جو لوگ بقیۃ السیف کنعان میں بچ رہے تھے حضرت سلیمانؑ نے اُن کا شمار کر کے (جو ڈیڑھ لاکھ سے زیادہ پائے گئے) انکو مصالح ڈھونے اور پہاڑ کھودنے کے کام پر لگایا (۲ اخبار الایام ۲/۱۷و۱۸) یہ بھی جن و شیاطین کہلائے جو کہ اموریوں۔ حیثانیوں۔ فرزانیوں۔ حوائیوں اور یابوسیوں کی قوم سے تھے۔

(۱۳) پس یہ تو سب انسان اور بنی آدم ہی تھے جن کو جنّ اور شیطان کہا ہے نہ کہ وہ جن اور شیطان جن کو عوام نے اپنے ذہن سے عجیب عجیب خواص اور کیفیتوں کی ارواح بنالیا ہے۔ ایک یہ بات کہ جن آدمیوں کو عبرانی زبان کی کتب ملاخیم اور دبری ہیمیم میں ۷۱ ۱۲ (بنی تعمیر کرنیوالے کتاب اول سلاطین ۵/۳۲ و ترجمہ عربی ۵/۱۸)۔

اور אנשי אניות ידעי הים انیشی اینوث یدع ہیم ملاح لوگ سمندر جاننے والے (کتاب اول سلاطین ۹/۲۷) اور גבלים جبلیم۔ پہاڑی (کتاب اول سلاطین ۵/۳۲ ترجمہ انگریزی ۵/۱۸) اور ערים غیریم۔ اجنبی اور اغیار (جن کو عربی ترجمہ میں رجال الغربا لکھا ہے ۲ اخبار الایام ۲/۱۷) اور وہ لوگ صور اور صیدا اور جبل لبنان کے رہنے والے اور غیر قوم کے تھے تو اُن کو قرآن مجید کے عربی الفاظ میں جنّ اور شیاطین کیوں کہا۔

(۱۴) اسکا جواب یہ ہے کہ یہ تعجب یا اعتراض معترض کے سبق ظن سے پیدا ہوتا ہے۔ کیونکہ عام طور پر سب کے ذہن میں یہ بات سمائی ہوئی ہے کہ جنّ ایک خاص قسم کی ایسی مخلوق ہوا میں رہتی ہے اور شیطان بھی ایک وجود خاص ہے

جو آدمیوں کو بہکاتا پھرتا ہے۔ اِس لئے جب یہ الفاظ سُننے میں آتے ہیں فوراً وہی خیالات پیش نظر ہوجاتے ہیں۔ اگر ان توہمات سے انسان خالی الذہن ہو تو نہ کچھ تعجب ہوگا اور نہ اعتراض کا موقع ملیگا۔ البتہ زبان نہ جاننے سے جو دقت پیش آوے گی وہ کتب لغات سے رجوع کرنے اور علم مطابقت السنہ کے پڑھنے سے دُور ہوجاوے گی۔

(۱۵) عرب کے محاورہ میں اُس شخص کو جو اُستاد فن یا بڑا کاریگر اور تیز و چالاک اور عارف اور حاذق ہو جن اور شیطان کہتے ہیں اس محاورہ کی تصدیق شیخ ابوذکریا یحیی بن علی الخطیب التبریزی کی شرح حماسہ سے ہوتی ہے جس کے صفحہ ۸۲ مطبوعہ ۱۸۲۸ء میں لکھا ہے قال ابو العلاء[1] کانت العرب تذکر الجن کثیرا وتشبهه الرجل النافذ فی الامور بالجنی والشیطان فلذلک قالوا انفرت جنه او اضعف و ذل الخ پس جس شخص کو یہود کی کتب مقدسہ میں برجلا حکیما عارف الفهم (سفر الایام الثانی ۲/۱۲) اور رجلا حاذقا الصناعة النحاس ملوما حکمه وعقلا (سفر الملوک الثالث ۷/۱۴) لکھا ہے اسی کو اور ایسوں ہی کو قرآن میں عرب کے محاورہ پر جن اور شیطان کہا ہے۔

(۱۶) علاوہ ازیں ملک صور یا شہر صور اور جبل لبنان کے رہنے والے جن اس وجہ سے کہلائے ہیں کہ عربی میں جنان پہاڑ کو بھی کہتے ہیں (قاموس) پس جو لوگ لبنان پہاڑ کے رہنے والے عبری میں גבלים جبلیم کہلائے اُن کو عربی میں جن۔ ترجمہ کرنا بہت ہی صحیح ہے۔ اِس کے علاوہ جو چیز نظر نہ آوے

[1] ابو العلا احمد بن عبد الله بن سلیمان المعزی۔ چ غ

اسکو بھی جن کہتے ہیں (دیکھو منتہی الارب - قاموس) اور چونکہ یہ سب آدمی بنی اسرائیل سے غائب لبنان کے پہاڑ پر لکڑی اور پتھر کا کام کرتے تھے اور وہاں سے بنے بنائے پتھر اور تراشی ہوئی لکڑیاں بھیجتے تھے اور بیت المقدس کے مقام پر نہ ہتوڑے کی آواز سنی گئی اور نہ پھاوڑے کی (۱ سلاطین ۶) اس لئے بھی اُن کو جن کہنا درست ہوا (۷۱) اور اُن کو شیطان کہنا بھی لُغت کی راہ سے بہت درست ہے کیونکہ شیطان کے معنی مخالف اور دشمن کے ہیں خواہ وہ حقیقی وجود ہو جیسے آدمی یا حیوان۔ خواہ کوئی ذہنی بات ہو جیسے مرض یا کوئی روح۔ چنانچہ صراح اور قاموس میں شیطان کے معنی میں لکھا ہے کل عات متمرد من الجن والانس والدواب فھو شیطان۔ اور معلوم ہے کہ بنی اسرائیل اپنے ماسوا جملہ اقوام کو اپنا مخالف اور دشمن جانتے تھے خواہ وہ مخالفت مذہبی ہو یا مدنی وملکی۔ جو لوگ کہ کنعان کے قدیم بت پرست قوم کے بقیۃ السیف رہ گئے تھے اور جن کو بنی اسرائیل نے ہلاک نہیں کیا تھا وہ یقیناً مذہبی اور ملکی طور سے اُن کے مخالف تھے اور صور یا جبل لبنان کے رہنے والے بھی مذہبی مخالف تھے صور کا ملک حضرت داؤد کا فتح کیا ہوا ملک تھا اور گو بادشاہ صور اور سلیمان سے مصالحت تھی مگر قومی اختلاف صرف دو آدمیوں کے اتفاق سے رفع نہیں ہو سکتا ہے +

سلیمان کے زمانہ تک شیطان کی نوعیت اور اس کا کام ایسا نہیں سمجھا جاتا تھا جیسا کہ عیسائیوں اور مسلمانوں کے عرف میں ہے اس وقت تک اسکو اصلی مخالف کی جگہ بولتے تھے۔ +

پس اب کلام الٰہی کے معنی بہت صاف ہو گئے جس کو ہر ایک عاقل اور حکیم تسلیم

لہ اول سلاطین ۹ باب ۲۰ و ۲۱ +

کرلیگا۔ اور کتب سابقہ سے اس کے مضمون کی تصدیق اور تطبیق بھی عمدہ طور سے ہوگی۔ والحمد للہ علی ذلک +

(۱۸) سورہ سبا کی آیت جو اوپر لکھی گئی وہ کسی قدر تفصیل کی محتاج ہے اسکی تفسیر یہ ہے +

آیۃ۔ ومن الجن من یعمل بین یدیہ باذن ربہ۔

ترجمہ۔ اور اُن پہاڑوں میں ایک یا کئی آدمی سلیمان کے پاس کام کرتے اپنے مالک کی اجازت سے۔ +

تفسیر۔ اور سب لوگ پہاڑوں پر شہر صور میں لکڑی اور پتھر کا کام کرتے تھے اور غواص وہاں سے آئے تھے وہ جہازوں پر سمندر میں کام کرتے تھے مگر ایک شخص حورام خاص سلیمان علیہ السلام کے پاس کام کرتا اور حیرام ثانی بادشاہ صور کی اجازت سے آیا تھا۔ یہ مضمون کتاب ملاخیم اور کتاب برحیم سے اچھی طرح ثابت ہے اس کے مقامات مناسب کی نقل دوسری دفعہ میں گذری ہے شاید اور بھی ایسے ہی صناع وہاں حاضر ہونگے +

(۱۹) یہ جن جبلی یا پہاڑی کاریگر بادشاہ صور کا بھیجا ہوا آیا تھا (اخبار الایام ثانی ۲/۱۳) پس باذن ربہ سے مراد باذن ملک حیرام ہے اور مالک آقا کو رب کہنا ایک معروف بات ہے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ کے بڑے بھائی کو ان کا رب کہا اذھب انت وربک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون (مائدہ) حضرت یوسفؑ نے اپنے آقا کو رب کہا انہ ربی احسن مثوای (یوسف ع۳) اور فرعون کو اس کے ملازم کا رب کہا اما احدکما فیسقی ربہ خمرا (یوسف ع۵)

اور اذکرنی عند ربک (ر ر) اور یہود اپنے اُستاد اور معلم کو ربی کہتے ہیں جیسے ربی قمحی اور ربی میمو اور ربی شلومون یوحائی۔ اور قرآن مجید میں بھی ان کو ربیون (آل عمران) کہا ہے۔ اور فرعون نے اپنے آپ کو انا ربکم الاعلےٰ (نازعات) کہا یعنی راس و رئیس اور بڑا سردار +

(۲۰) آیۃ۔ ومن یزغ منھم عن امرنا نذقہ من عذاب السعیر۔

ترجمہ۔ اور جو کوئی ان پہاڑیوں میں ہمارے حکم سے پھر جاتا ہم اُس کی سزا کرتے +

تفسیر۔ یہ فقرہ کچھ محتاج تفسیر و تاویل نہیں ہے۔ اتنے بڑے جم غفیر اور جمع کثیر کے لئے کہ ہزاروں ہی تھے ضرور کچھ سیاست کے قاعدے مقرر ہوئے ہونگے اور اسی طور سے وہ سزا پاتے ہونگے +

(۲۱) آیۃ۔ یعملون لہ مایشاء من محاریب۔

ترجمہ۔ سلیمانؑ کے لئے جو وہ چاہتا بناتے تھے مثلاً قلعے یا بڑے بڑے مکانات یا شہر پناہیں۔ +

تفسیر۔ حضرت سلیمانؑ نے بہت سے شہر آباد کئے تھے۔ مثلاً ملو۔ حاصور مجدو۔ غزز۔ بیت حوران۔ بعلوت۔ تدمور وغیرہ۔ اور شہر اورشلیم کی فصیل بنوائی اور ہر ایک شہر جس میں فصیل نہ تھی اس کی شہر پناہ بنوائی۔ یہی مراد قلعوں سے ہے (کتاب اول سلاطین $\frac{9}{15 \text{ او } 17 - 19}$) +

(۲۲) آیۃ۔ وتماثیل۔

ترجمہ۔ تصویریں۔

تفسیر۔ شیروں اور بیلوں اور کروبیوں کی پوری پوری تمثیلیں بنائی گئی تھیں جن کی خبر کتاب اول سلاطین باب۔ درس۔ ۲۵ و ۲۹ و ۳۶ اور دوم اخبار الایام ۴ میں مفصل لکھی ہوئی ہے +
۳ و ۴ و ۱۵

(۲۳) یہ آیت ہر ایک قسم کی تصویر اور تمثیل یعنی نقشے اور مجسم کی جائز بلکہ مستحب ہونے کی قطعی دلیل ہے[۵] +

[۵] عموماً مسلمانوں میں یہ بات مشہور ہے۔ کہ تصویریں بنانا بشدت منع۔ اور مطلقاً حرام ہے حتی کہ مخالفین اسلام کو بھی یہ معلوم ہے۔ ہمکو اس میں ضرور دیکھنا چاہیے۔ کہ آیا ایسے خیال کی کچھ اصل اور سند ہے یا نہیں ؛

ہر چند کہ فرقان حمید کا موضوع کلام اور مقصود اصلی نہایت اشرف۔ اور اعلیٰ مضامین۔ اور ذکر مسائل الٰہیات اور بیان منظر فطرت۔ اور مظاہر قدرت۔ اور اُسکا منشاء اصلی نشر مطالب شریفہ و مکارم اخلاق۔ و مواعظ حسنہ ہے۔ مگر کلام الٰہی تو منبوع کل حکمت ہے۔ اور بیشک ہمارے اقوال اور افعال اُسی کیطرف مفتقر ہیں۔ اور ہمکو سب کاموں میں اُسی کی طرف رجوع کرنا ہے چنانچہ اس بحث خاص میں اس آیت قرآن سے جو بضمن قصہ حضرت سلیمان علیہ السلام وارد ہے"۔ ویعملون له مایشاء من محاریب وتماثیل۔ (سبا ۲۲ ج) بہت سی باتیں صاحب ذہن سلیم و مذاق صحیح ادراک کر سکتا ہے ؛

اوّل ۔ اس کی دلالت ظاہری اور لغوی اس بات پر ہے۔ کہ حضرت سلیمان علیہ السلام تماثیل اور تصاویر بنواتے تھے۔ خواہ تمثال و تصویر کو مرادف لفظ سمجھیے یا تصویر کو داخل تمثال سمجھیے۔ بہرصورت اس فعل کے جائز اور پسندیدہ ہونے میں (خصوصاً ایسی حالت میں کہ اُسکی ممانعت کی کوئی خبر ایسے قطعی طریق اور اس مرتبہ کے ثبوت میں نہو جیسے اس کا جواز ہے) کسی طرح کا شک نہیں باقی رہتا۔

(۲۴) آیة۔ وجفان کالجواب۔

ترجمہ۔ اور لگن جیسے حوض +

تفسیر۔ ان بارہ بیلوں کے سر پر ایک بہت بڑا لگن حوض نما بنایا تھا جس کا دَوْر ۳۰ ہاتھ اور قطر ۱۰ ہاتھ اور بلندی ۵ ہاتھ کی تھی۔ (کتاب اول سلاطین ۲۳/۷ ۲ اخبار الایام ۴/۲)۔

اور ایسے ہی ایسے اَور بھی بنے ہونگے +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۲ اور یہ کچھ اس قسم کا ثبوت نہیں ہے کہ جیسے اکثر مسایل فقہیہ ظنیہ عدم ذکر یا عدم ورود نہی سے جایز مانے جاتے ہیں، بلکہ بعلم قطعی اور بدلالۃ النص ثابت ہے۔

دوسرے۔ اسی آیت سے وہ ایک شبہ بھی باطل ہوتا ہے۔ کہ تصویروں کے بنانے میں تشبیہ بحضرت الباریٰ تعالیٰ عن التشبیہ پایا جاتا ہے۔ کیونکہ اگر کیفیت مضاہات لخلق اللہ اس میں پائی جاتی تو یہ فعل حضرت سلیمان علیہ السلام کا معمول نہ ہوتا۔

کچھ بعید نہیں کہ مانعین تصویر اس میں یہ احتمال نکالیں۔ کہ تماثیل سلیمانی غیر جاندار چیزوں یعنے درختوں اور پھولوں کی ہونگی۔ مگر اس طرح سے بھی وہ قول مشہور اور مسئلہ مقبول کہ تصویریں بنانے کی حرمت اس وجہ سے ہے کہ اس میں مضاہات لخلق اللہ ہے۔ (دیکھو امام نووی کی عبارت شرح مسلم جلد ۲ صفحہ ۱۹۹) ۔باطل ہوتا ہے۔ کیونکہ تصویر ذی روح اور غیر ذی روح یعنی حیوانات اور نباتات کی تصویر میں۔ صرف حیوانیت کا فرق ہے۔ الا صورت جسمیہ و نوعیہ اور اقطار ثلاثہ میں نمو کرنا دونوں میں مشترک ہے۔ اور جو صنعتیں کہ جناب باری نے اشجار و نباتات میں رکھی ہیں وہ اقسام حیوانات کی صنعتوں سے کم نہیں ہیں پس ایسی صورتوں میں اگر حیوانات کی تصویر میں تشبیہ عبد بحضرت معبود پایا جاتا ہے۔ تو اشجار و نباتات کی تصویروں میں بھی پایا جائے گا۔

(۲۵) آیۃ- وقدور الراسیات-

ترجمہ- اور دیگیں جمی ہوئیں-

تفسیر- ان دیگوں کا ذکر کتاب سلاطین اول ۷ باب ۴۳ اور کتاب اخبار الایام دوم میں ۴ باب ۱۴ و ۱۶ اور یہ بھی کہ وہ عمودوں پر جمی ہوئی تھیں +

بقیہ حاشیہ صفحہ ۴۳ تیسرے- ایک اور مغلطہ عام اور عقیدہ باطل کہ تصویر والے گھر میں فرشتے نہیں آتے- یا ملائک رحمت نہیں نازل ہوتے- یا حضرت جبرائیل نہیں داخل ہوتے- قطعاً باطل ہوگیا- کیونکہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے ایوان رفیع المکان میں اکثر ملائکہ عموماً اور خصوصاً آتے جاتے تھے- اور یہ تصویریں بھی جو اس اہتمام اور حفاظت الٰہی میں (دیکھو سورۂ انبیاء ۱۷ ج ۴ وکنالھم حافظین ۸۲) بنتی تھیں بیکار اور رایگان نہ جاتی ہونگی- بلکہ اُن کے دیوان عالیشان میں لگائی اور سجائی جاتی ہونگی- +

چوتھی- دلیل قطعی سے ان تماثیل سلیمانی میں تمثال خدائے متعال- "الذی لیس کمثلہ شئی" اور فرشتوں کی صورتیں اور خدا کے بیٹوں اور بیٹیوں کی فرضی تصویریں داخل نہیں ہوسکتیں- اور ایسی تصویریں خواہ وہ پتھر کی ترشی ہوئی- یا کھودی ہوئی- ہوں- یا کاغذ پر کھچی ہوئی ہوں قطعاً ناجائز اور حرام ہیں- +

پانچویں- اصنام اور اوثان بنانا- یعنی اون معبودان باطل کی تصویریں جو خدا کے ماسوا پوجے جاتے ہیں- اور تماثیل قبیحہ و تصاویر فاحشہ جو خلاف تہذیب و شائستگی و شرم و حیا کے ہوں- وہ بھی ان سے خارج ہیں- +

چھٹے- وہ تصاویر حسنہ اور تماثیل صالحہ جو حضرت سلیمانؑ کے حکم سے اونہیں کے لئے بنتی تھیں- انبیاء کرام اور بزرگان دین- اور سلاطین ماضیہ اور معارک جنگ- اور سرداران فوج

(۲۶) عیسائیوں نے ہمیشہ اِن آیتوں کو ٹھٹے میں اُڑایا ہے وہ یہ کہتے ہیں کہ چونکہ لکھا ہے (کتاب اول سلاطین ۶) کہ جب بیت المقدس بنتا تھا تو ہتوڑے یا پہاوڑے یا کسی لوہے کے اوزار کی آواز نہیں آئی۔ یہاں سے لوگوں نے یہ قصہ بنالیا کہ سلیمان نے جنات اور پریوں اور دیووں کی مدد سے مسجد اقصےٰ بنوائی تھی اور یہیں سے یہ قصہ قرآن میں بھی لیا گیا۔ مگر یہ سب اُن کی بالکل غلط خیالی ہے اُنھوں نے بھی سلیمانؑ کے جن وشیاطین کو عرفی اور اصطلاحی معنوں میں لیا ہے اور بناءً فاسد برفاسد کے طور پر اعتراض اور تشنیع شروع کی ہے۔ مگر الاٰن حصحص الحق۔ اب اصلی حقیقت ظاہر اور ثابت ہوئی اور قرآن مجید کے اِن حقائق التحقیقات اور صوادق التصدیقات کی سچی تفسیر اور حقیقی تدبیر قطعی اور یقینی طور سے عیاں ہوئی اور طعن اور سخریہ کرنے والوں کی خرافات اور عامہ مفسرین کی لغویات سب باطل اور ردّ ہو گئیں۔ واللہ یحق الحق بکلماتہ وھو یہدی الی السبیل +

(۲۷) یہ مضامین قرآن مجید سے دفع اعتراضات اور کتب سابقہ سے تطبیق اور دیگر تاریخی واقعات اور مسایل حکمیہ سے تصدیق کی غرض سے لکھے گئے ہیں اور گو ہم جانتے ہیں کہ بہت سے خفاش منش لوگوں کی آنکھیں تجلی انوار سے چکاچوند ہو جاویگی۔

بقیہ حاشیہ صفحہ ۳۴ — وغیرہ وعمایدو مشاہیر اور نیز وحوش طیور۔ اور دیگر مظاہر قدرت اور مناظر فطرت کی تصویریں ہونگی جن سے متعدد فائدے اور مختلف منافع حاصل ہوتے ہیں۔

بیشک اتبیلئے بنی اسرائیل کی وضع عبادت۔ اور امامت اُست۔ اور طریق ہدایت۔ اور اُمم اسرائیلیہ کے بعض احوال اور واقعات کی تصویریں۔ ارباب بصیرت کو باعث حصول عبرت ہوتی ہیں۔ +

(یکاد البرق یخطف ابصارھم) مگر ہمکو امید ہے کہ مسلمانوں میں بہت سے ذی بصیرت اور مستعد اہل تحقیق اس طرف توجہ فرماوینگے کیونکہ ابھی بہت کچھ باقی ہے ہاں ابھی قصہ سلیمان ہی میں کئی ایک مشکلات اور بھی حل کرنی ہیں جس کے حل کرنے کی راہ کو جنات اور شیاطین کی اندھیری بادشاہت اور عوام الناس کے تیرہ و تاریک خیالات کو کلام الٰہی کی نورانی شعاعوں کی تاثیر سے منور کر دیا گیا ہے۔ ولیکن من لم یجعل اللہ نورا فماله من نور۔ اب یقین ہے کہ اکثر دھندلی نظر والوں کے دل کی آنکھوں سے توہمات ظلمانیت کی پٹی کھل جانے اور خیالات سوداویہ کے پردہ اٹھ جانے سے اُن پر حقیقی آفتاب کی روشنی کالشمس فی کبد السماء ظاہر و مجلی ہو جاویگی +

فکشفنا عنك غطاءك فبصرك الیوم حدید۔

اب کھول دی ہمنے تجھ پر سے تیری اندھیری اب تیری نگاہ آج تیز ہے (ق ۲ ع)

دریائی گھوڑے۔ نماز عصر۔ گھوڑوں کا ذبح کرنا آفتاب کا پلٹ آنا۔ انگشتری سلیمان۔ صخر دیو بت پرستی

(۱) (۳۰) اذ عرض علیه بالعشی الصافنات الجیاد۔

(۳۱) فقال انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی حتی توارت بالحجاب۔

(۳۲) ردوھا علی فطفق مسحا بالسوق والاعناق۔ (ص)۔

ترجمہ۔ جب دیکھلانے کو آئے اُسکے سامنے تیسرے پہر کو گھوڑے خاصے
بولا میں نے چاہی محبت گھوڑوں کی اپنے خدا کی وجہ سے یہاں تک کہ چھپ
گئی اوٹ میں۔ سلیمان نے کہا کہ پھیر لاؤ اُن کو میرے پاس پھر اُن کی پنڈلیاں
اور گردنیں چھونی شروع کیں +

عام قصہ تو یہ ہے کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس ہزار دریائی گھوڑے جن کے
پر لگے ہوئے تھے لائے گئے اُن میں سے نو سو گھوڑوں کا جایزہ ہو چکا تھا کہ
حضرت سلیمانؑ کو نماز کا خیال آیا مگر آفتاب غروب ہو چکا تھا نماز فوت ہو گئی۔ تو
اُنہوں نے افسوس کیا اور اُن گھوڑوں کو واپس منگا کر تلوار سے اُن کی پنڈلیاں اور
گردنیں کاٹ ڈالیں اور سو گھوڑے بچ رہے سو اب جو گھوڑے آدمیوں کے
پاس نظر آتے ہیں اُنھیں بقیۃ السیف کی نسل ہیں!!! اور یہ کہ پھیر لانے کا حکم
فرشتوں کو دیا تھا وہ آفتاب کو پھیر لائے اور اُنھوں نے نماز پڑھ لی!!!

(۲) یہ قصہ جیسا کہ بیان ہوا بالکل جھوٹ اور قصہ گویوں کی اکاذیب اور مفتریات
سے بھرا ہوا ہے اکثر تفسیریں ایسی ہی اکاذیب اور بیہودہ باتوں سے بھری ہوئی
ہیں۔ ابن کمال نے خوب کہا ہے کتب التفسیر مشحونۃ بالاحادیث الموضوعۃ
کہ تفسیر کی کتابیں جھوٹی حدیثوں سے بھری ہوئی ہیں (فیض القدیر شرح
جامع الصغیر عبد الرؤف مناوی) اور شیخ محمد طاہر پٹنی نے مجمع بحار الانوار
کے خاتمہ میں مقاصد کے حوالہ سے
لکھا ہے کہ امام احمدؒ نے لکھا ہے کہ
تین علم کی کتابیں بے اصل ہیں اور وہ

فی المقاصد قال احمد ثلث کتب
لیس لها اصل المغازی والملاحم
والتفسیر۔ الخطیب هو محمول علی

کتب مخصوصة فی ھذہ المعانی الثلثة غیر معتمد علیہا لعدم عدالة ناقلیہا وزیادة القصاص فیہا فاما کتب التفسیر فمن اشرھا کتابان للکلبی ومقاتل بن سلیمان (ص ۵۰۹ مطبوعہ سنہ ۱۲۸۳ھ)	کتابیں مغازی اور ملاحم اور تفسیر کی ہیں اور خطیب نے کہا ہے کہ امام احمد نے ان علوم کی وہ خاص کتابیں مراد لی ہیں جو اُن کے بیان کرنیوالوں کے غیر معتبر ہونے کی وجہ سے غیر معتمد ہیں اور نیز اس وجہ سے کہ اُن میں قصہ

گویوں نے قصے بڑھا دیئے ہیں اور اس قسم کی کتابیں تفسیروں میں سے بہت مشہور تو کلبی اور مقاتل کی تفسیریں ہیں +

اور پھر لکھا ہے۔ کہ معین بن صیفی نے تفسیر جامع البیان میں لکھا ہے کہ

وفی جامع البیان لمعین بن صیفی قد تذکر محی السنہ البغوی فی تفسیرہ من المعانی والحکایات ما اتفقت کلمة المتاخرین علی ضعفہ بل علی وضعہ (ص ۵۱۰) +	امام محی السنہ بغوی تو اپنی تفسیر میں ایسی باتیں اور حکایتیں لکھ دیتے ہیں جن کے ضعیف بلکہ وضعی یعنی بنائے ہوئے ہونے پر سب متاخرین نے اتفاق کیا ہے +

اِس سے ثابت ہوتا ہے کہ تفسیر کی کتابوں میں اکثر جھوٹی روایتیں اور بے اصل حکایتیں اور قصہ گویوں کی بناوٹیں پائی جاتی ہیں۔ ہر ایک صاحب حمیت مسلمان کا یہ کام ہے کہ وہ خدا کے سچے اور مقدس کلام کو اُن لغویات سے پاک کرے اور ان جھوٹی باتوں کے رد کرنے میں اور اصلی سچے معنی بیان کرنے میں سعی بلیغ کرے۔ السعی منی والاتمام من اللہ +

(۳) یہ بات واقعی ہے کہ حضرت سلیمان علیہ السّلام کو گھوڑوں کا بہت شوق تھا اور گھوڑوں کی ایک تعداد کثیر اُن کے ہاں جمع تھی۔ چنانچہ اس کی تصدیق میں کتاب دوئمین تواریخ کی فصل نویں آیت ۲۵ میں لکھا ہے "و سلیمان چہار ہزار آخور بجہت اسپہا و عرادہ ہا داشت و دوازدہ ہزار سواران کہ ایشاں را در شہرہائے عرادہ وارد او رشلیم نزد ملک گذاشت و (آیت ۲۸) و از برائے سلیمان اسپ ہا را از مصر و تمامی ولایت ہا آوردند" اور کتاب اول ملوک فصل دسویں آیت ۲۸ میں لکھا ہے "و سلیمان اسپان از مصر آوردہ شدہ را داشت و ہمچنیں ریسمان کتانی کہ تاجران ملک آن را بقیمت معین گرفتند"۔

(۴) یہ بات کہ ان گھوڑوں کے ملاحظہ کرنے میں اُن کی نماز فوت ہوگئی تھی بالکل بے اصل ہے۔ انی احببت حب الخیر عن ذکر ربی[1] کے بہت صاف یہ معنی ہیں کہ میں گھوڑوں کو بہت چاہتا ہوں اور یہ چاہنا بوجہ خدا ہے نہ صرف اپنی خواہش سے۔ چنانچہ امام فخر الدین رازی نے کتاب **اربعین فی اصول الدین** (مسئلہ ۳۲) میں لکھا ہے کہ جب سلیمان اُن کو گھوڑے دکھلائے جاتے تھے تو وہ فرماتے تھے کہ میں نے گھوڑوں کی محبت کی اور اس سے مراد یہ ہے کہ انسان ایک

ان سلیمان کان یقول عند عرض الصافنات الجیاد علیہ انی احببت حب الخیر ومعناہ ان الانسان قد یحب شیئاً ولکن لا یحب ان یحبہ فاما اذا احبہ واحب

[1] لفظ عن تعلیل کے واسطے بھی آتا ہے جس سے سبب کے معنی پیدا ہوتے ہیں۔ چنانچہ ما کان استغفار ابراھیم لابیہ الا عن موعدۃ۔ اور وما نحن بتارکی الھتنا عن قولک۔

ان یحبہ فذالک ھو المبالغۃ فی المحبۃ ثم قال عن ذکر ربی ای ھذہ المحبۃ الشدیدۃ انما حصلت بسبب ذکر ربی وعن امرہ لا عن الھوی والشھوۃ۔

چیز کو چاہتا تو ضرور ہے مگر یہ نہیں ہوتا کہ اسکے چاہنے کو بھی چاہے مگر جبکہ اس نے اسکو چاہا اور چاہنے کو بھی چاہا تو اس سے محبت یعنی چاہنے میں مبالغہ مراد ہے پھر فرمایا کہ عن ذکر ربی یعنی یہ محبت شدید بوجہ ذکر خدا اور خدا کے حکم سے حاصل ہوئی ہے نہ کہ اپنی ہی آرزو اور خواہش سے۔

اور شرح مواقف سید شریف جرجانی میں جو علم کلام کی بڑی مستند کتاب ہے اس کے موقف چھ مقصد پانچ ورق ۲۷۳ میں لکھا ہے +

قولہ احببت حب الخیر مبالغۃ فی الحب فان الانسان قد یحب شیئا لکن لا یحب ان یحبہ فاذا احبہ واحب ان یحبہ فذالک ھو الکمال فی المحبۃ وقولہ عن ذکر ربی ای بسببہ کما یقال سقاہ عن الغیمۃ ای لاجلھا فالمعنی ان ذالک الحب الشدید انما یحصل بسبب ذکرہ ای بامرہ لا بالھوا وطلب الدنیا

کہ احببت حب الخیر سے محبت میں مبالغہ مراد ہے کیونکہ کسی شئے کو چاہتا تو ہے مگر یہ نہیں ہوتا کہ اس کے چاہنے کو بھی چاہے تو جبکہ اس نے اسکو چاہا اور اُس کے چاہنے کو بھی چاہا تو یہ کمال محبت ہے۔ اور یہ جو فرمایا کہ عن ذکر ربی یعنی خدا کے ذکر سے تو اس سے مراد ہے کہ خدا کے سبب سے چنانچہ کہا جاتا ہے سقاہ عن الغیمۃ جس سے مراد ہوتی ہے کہ اسکی وجہ سے تو معنی یہ ہوئے کہ یہ محبت شدید بسبب

وذالك لان رباط الخيل في دينهم
كان بامره كما في ديننا او هو مندوب
اليه وقوله طفق معناه يمسح رؤسها
واعناقها اكراما لها واظهار الشدة
شفقة عليها لكونها من اعظم الاعوان
في دفع اعداء الدين وحمله على
القطع كما ذهب اليه طائفة حيث
قالوا المعنى انه عليه السلام جعل
المسح السيف بسوقها واعناقها
اي يقطعها اما غضبا عليها بسبب
ماجرى عليه واجلها واما التقرب
بها ضعيف جدا ولا دلالة له
للفظ كما في قوله وامسحوا برؤسكم
وارجلكم۔ +

ذکر یعنی بحکم الٰہی ہے نہ کہ اپنی خواہش
اور طلب دنیا کی وجہ سے کہ ان کے
مذہب میں گھوڑے رکھنا خدا کے حکم
سے تھا جیسا کہ ہمارے مذہب میں ہے
یا وہ مندوب ہوگا اور طفق مسحا کے یہ
معنی ہیں کہ سلیمان ان کے سر اور
پنڈلیاں چھوتے تھے۔ ان کی تکریم
کے لئے اور شفقت کی وجہ سے کیونکہ
وہ گھوڑے دین کے دشمنوں کے دفع
کرنے میں بہت مدد دیتے تھے۔ اور جو
لوگ اس سے کاٹنا مراد لیتے ہیں اور
وہ یہ بیان کرتے ہیں کہ سلیمان تلوار سے
اُن کی پنڈلیاں اور گردنیں کاٹتے تھے
یا تو غصہ کی وجہ سے اور یا انکو قربانی کرتے
تھے سو یہ بات بہت ضعیف ہے کیونکہ مسح کے لفظ میں اسپر کچھ دلالت نہیں ہے
جیسا کہ وضو کی آیت میں مسح کا ذکر ہے اور کاٹنا مراد نہیں ہے +

اور حتی توارت بالحجاب سے یہ معنی لینے کہ سورج ڈوب گیا محض خیالی ہیں
اس کا اس میں کچھ ذکر نہیں اور ایسی بات بالکل سیاق کلام اور موضوع اور منشاء
مقام سے بعید ہے بلکہ انہیں صافنات کا ذکر ہے یعنی حضرت سلیمان علیہ السلام

سے انکا ملاحظہ کیا اور وہ ان کے آگے سے چلے گئے +

قال ردوھا حضرت سلیمانؑ نے حکم دیا کہ ان کو پھر لے آؤ تو گھوڑے پھر لائے گئے۔ علامہ احمد بن خلیل نے تفسیر کبیر میں حتی توارت بالحجاب کی تفسیر میں کئی دلیلیں اس کے ابطال پر قایم کی ہیں کہ یہاں آفتاب کا غروب ہونا مراد نہیں ہے اور سب کے آخر میں لکھا ہے۔ کہ ہماری ان دلیلوں سے ثابت

ثبت بما ذکران حمل قوله حتی توارت بالحجاب علی تواری الشمس وان حمل قوله ردوھا علی ان المراد منه طلب رد الله الشمس بعد غروبھا فی غایة البعد عن الغیظ +

ہوا کہ حتی توارت بالحجاب (یہانتک کہ اوٹ میں چھپ گئے) کو سورج کے چھپنے پر حمل کرنا اور ردوھا علی (رلسے پھیر لاؤ) سے سورج کا پھیر لانا سمجھنا بہت ہی بعید ہے +

فطفق مسحا بالسوق والاعناق " اور سلیمانؑ نے ان گھوڑوں کی گردنوں اور پنڈلیوں کو چھوا جیسا کہ دستور ہے کہ ہر ایک ذی بصیرت گھوڑوں کا امتحان کرتے وقت اس کی گردن پر مہربانی اور شفقت سے ہاتھ پھیرتا ہے اور ان کی پنڈلیوں کی مضبوطی کو ہاتھ لگا کے دیکھتا ہے۔ چنانچہ زہری اور ابن کیسان نے

انه کان یمسح سوقھا واعناقھا بیدہ بکشف الغبار عنھا حبًا لھا وشفقته علیھا۔

ایسا ہی کہا ہے کہ سلیمان علیہ السلام گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو ہاتھ سے چھوتے تھے تاکہ ان سے گرد جھاڑ دیں اور یہ محبت اور شفقت کی وجہ سے تھا +

اور یہ بیشک معقول اور صاف معنی ہیں مگر ہمارے مفسرین اسپر رضی نہیں ہوتے

وہ اس کو فرماتے ہیں ھذا قول ضعیف (معالم التنزیل بغوی) اور یہ انھیں کے ضعف عقلی کی دلیل ہے +

(۵) جن لوگوں کو قصہ گوئی اور عجائب پسندی کا زیادہ شوق ہے انھوں نے ردّوھا (پھیر دو) سے یہ مراد لی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے فرشتوں کو حکم دیا کہ سورج جو کوہ قاف کی آڑ میں جا چھپا ہے اُسے پھیر لاؤ اور اس خلاف حقیقت مضمون کو بعض صحابیوں کی طرف افترا اور بہتان کے طریق پر منسوب کرتے ہیں +

علامہ ابن حجر عسقلانی نے فتح الباری شرح بخاری میں اس ردّ شمس کی نسبت لکھا ہے کہ۔ اس مضمون کی روایت کسی سے ثابت نہیں ہے اور جمہور کے نزدیک بھی ثابت ہے کہ پھیر لانے سے گھوڑوں کا پھیر لانا مراد ہے +

انہ لم یثبت ذالک عن احد والثابت عند جمہور اھل العلم بالتفسیر ان ضمیر ردوھا للخیل (تفسیر کمالین ص ۳۸۰)

(۶) ”ولقد فتنا سلیمان والقینا علی کرسیہ جسداً ثم اناب“ (ص ۴۱۴)

اور ہمنے سلیمانؑ کو آزمایا اور اُسی کے تخت پر ایک جسم ڈال دیا۔ پھر اُس نے اپنے حکم سے رجوع کیا +

اس آیت کی تفسیر میں مفسرین کے اکاذیب اور قصاص کے خرافات بیش از بیش ہیں جن کا یہاں نقل کرنا بھی تضیع اوقات ہے جس کو شوق ہو وہ تفسیر معالم التنزیل البغوی میں وہب ابن منبہ اور سعید بن مسیب کی روایتیں دیکھ لے۔

اس کا خلاصہ شاہ عبد القادر صاحب نے بھی ترجمہ قرآن کے حاشیہ پر افادہ فرمایا ہے وہ یہ ہے ”حضرت سلیمانؑ استنجے کو جاتے تھے تو انگشتری ایک خادمہ کو

سپرد کر جاتے تھے اس میں لکھا تھا اسم اعظم۔ ایک جن تھا صخر نام اُس خادمہ کو بہکا کر انگشتری لیگیا اپنی صورت بنائی سلیمان کی سی تخت پر بیٹھکر لگا حکمرانی کرنے حضرت یہ معلوم کر کے نکل گئے کہ مجھکو مروا نہ ڈالے۔ ایک گانوں میں چھپ کر رہے۔ چھ مہینے بعد صخر تھا شراب کے نشہ میں۔ انگشتری دریا میں گر پڑی۔ ایک مچھلی نگل گئی۔ وہ شکار ہوئی حضرت سلیمانؑ کے ہاتھ۔ پیٹ میں سے انگشتری لیکر پھر آئے اپنے تخت سلطنت پر۔ یہ جانچ ہوئی اسپر کہ اُن کے گھر میں ایک عورت تھی۔ اپنے باپ مرے کو یاد کر کے رویا کرتی تھی۔ اُسکو بنادی جنوں نے تصویر اُس کے باپ کی کہ چین پکڑے۔ وہ لگی پوجنے۔ اُنھوں نے خبر نہ لی۔ یا خبر پاکر تغافل کیا" +

(۷) یہ قصہ بالکل موضوع اور مفتری ہے۔ مگر مسلمانوں کا بنایا ہوا نہیں ہے اصل میں اُس کو یہود کے قصاص اور شیاطین نے بنایا ہے الا مسلمانوں نے اُسکو آمنّا اور صدقنا کہکر قبول کیا ہے۔ یہ قصہ یہود کی کتاب تالمود میں مذکور ہے۔ اور علامہ جار اللہ زمخشری نے لکھا ہے کہ وہ روایت حضرت سلیمانؑ کی

ماروی عن حدیث الخاتم والشیطان وعبادة الوثن فی بیت سلیمان فمن اباطیل الیهود (تفسیر کمالین صفحہ ۳۸۰)	انگوٹھی اور دیو اور اُن کے گھر میں بت پرستی ہونے کی ہے وہ یہود کی جھوٹی باتیں ہیں +
ما یروی من حدیث الخاتم والشیطان وعبادة الوثن فی بیت سلیمان فمن اباطیل الیهود۔	اور تفسیر مدارک التنزیل نسفی میں بھی یہی لکھا ہے کہ انگشتری اور شیطان اور سلیمانؑ کے یہاں بت پوجے جانے

کی روایت یہود کے باطل قصوں میں سے ہے +

اور امام فخر الدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین کے ۳۲ مسئلہ میں اسی قصہ کی نسبت لکھا ہے۔:

فاما الحکایۃ الجنیۃ التی یروونھا للحشویۃ فکتاب اللہ مبرا عنہا	کہ جن کی حکایت جو عامہ ناس نے روایت کی ہے سو کتاب اللہ اس سے بری ہے۔

اور ایسا ہی سید شریف جرجانی نے شرح مواقف (موقف ۶ مقصد ۵ ورق ۴۷، ۴۸) میں بھی لکھا ہے پس یہ ثابت ہوا کہ محقق مسلمانوں نے اس قصہ کو بالکل جھوٹ اور افترا سمجھا ہے +

(۸) معقول پسند مفسروں نے ایسا لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کبھی بیمار پڑے ہونگے اور چونکہ بیماریوں کو انبیا کے کلام میں خدا کی جانب سے آزمایش کہا جاتا ہے سو اسی میں اس کا ذکر ہے یعنی حضرت سلیمانؑ اپنے تخت پر بیماری کی شدت میں شل جسم بیجان پڑے تھے اور تقدیر کلام اس طرح پر ہوگی۔ والقینا علی کرسیہ جسدا یعنی اُن کے تخت پر اُن کا جسم ڈالدیا مگر مبالغہ کی جہت سے (ہ) حذف ہوگئی پھر بیماری سے اچھے ہوئے اس کی خبر ثم اناب (پھر اُس نے رجوع کیا) میں ہے +

چنانچہ امام فخر الدین رازی نے کتاب اربعین فی اصول الدین (مسئلہ ۳۲) میں یہ معنی بھی لکھے ہیں کہ خدا نے سلیمانؑ کی ایک مرض شدید سے

ثانیا ان اللہ تعالیٰ امتحنہ بمرض شدید فصار اجسد الاحراک بہ مشرفا علی	آزمایش کی تو ایک جسم بے حرکت قریب مرگ ہوگئے جیسے بیمار کی نسبت کہتے

الموت كما يقال لحم على وضم وجسد
بلا روح على معنى شدة الضعف
والتقدير القينا جسده على كرسيه
فحذف الهاء للمبالغة -

ہیں کہ لکڑی پر گوشت پڑا ہے اور جسم
بیجان یعنی شدت سے ضعیف ہے اور تقدیر
کلام یہ ہوگی کہ اُنکے دھڑ کو اُنکے تخت پر
ڈالا اور حرف (ہ) مبالغہ کیوجہ سے حذف ہو گیا -

اور علامہ شمس الدین ابی العباس احمد ابن خلیل نے تکملہ تفسیر کبیر میں اُسی کے قریب

اقول لا يبعد ان يقال انه ابتلاه الله
تعالى بتسليط خوف او توقع بلاء من
بعض الجانب عليه وصار بسبب قوة
ذالك الخوف كالجسد الضعيف
الملقى على ذالك الكرسى ثم ازال الله
عنه ذالك الخوف واعاده ذالك
الى ما كان عليه من القوة وطيب القلب +

لکھا ہے کہ یہ کہنا کچھ بعید نہیں ہے کہ خدا
نے سلیمانؑ کو کسی خوف یا بلا کے مسلط
ہونیسے آزمایا اور سلیمانؑ اسکی وجہ سے
ایسے ہوگئے تھے جیسے کوئی جسم ضعیف
اک تخت پر پڑا ہو۔ پھر خدا نے اُنپر سے
وہ خوف زایل کر دیا اور جو قوت اور صحت
ان میں تھی وہ پھر آگئی +

(۹) مگر در اصل جس قصہ پر اس آیت میں اشارہ ہے وہ کتاب ملاخیم میں مفصل لکھا ہوا ہے چنانچہ کتاب اول ملوک کی فصل سوم میں حضرت سلیمانؑ کے ذکر میں لکھا ہے

(۱۶) آنگاہ دو زن زانیہ بنزد ملک آمدہ در حضورش ایستادند -

(۱۷) و یک زن گفت کہ اے خداوندم من و ایں زن در یک خانہ ساکنیم و در آں خانہ نزد او وضع حمل نمودم +

(۱۸) و واقع شد کہ بعد از وضع حمل من روز سوم ایں زن نیز زائید و باہم دیگر بودہ دیگرے با ما در خانہ نبود بلکہ سوائے ما دو نفر احدے دراں خانہ نبود +

(۱۹) و پسر این زن وقت شب مرد زیرا که او بر رویش خوابیده بود۔

(۲۰) و وقت نیم شب برخاسته و پسر مرا از پہلوئے من وقتیکه کنیزکت خوابیده بود از من گرفت و در بغل خود خوابانید +

(۲۱) و صبحدم وقتیکه برائے شیر دادن پسرم برخاستم اینک مرده است و صبحدم او را تشخیص نموده اینک پسرے که زائیده بودم نبوده است +

(۲۲) و زنِ دیگر عرض کرد که نے بلکه پسر زنده از من است و پسر مرده از تست و آں دیگرے گفت نے بلکه پسر مرده از تست و پسر زنده از من است و چنیں در حضور ملک میگفتند +

(۲۳) پس ملک گفت که ایں یکے میگوید که پسر زنده از من است و آں پسر مرده از تست و آں دیگرے میگوید که نے بلکه پسر مرده از تست و پسر زنده از من است +

(۲۴) و ملک گفت که شمشیرے رابمن آورید و شمشیر را بنزد ملک آوردند +

(۲۵) و ملک فرمود که پسر زنده را بدو حصه تقسیم نمائید و یک نیمه بایں بدهید و نیمه دیگر بدیگرے +

(۲۶) و زنے که پسر زنده از آن او بوده در حالتیکه رحمش بر پسر او اضطراب میکرد بملک متکلم شده گفت که اے خداوند پسر زنده را باو بدهید والبته او را بکشید امّا آن دیگرے گفت که نه از آن من و نه از آن تو باشد او را تقسیم نمائید +

(۲۷) پس ملک جواب داد و فرمود که پسر زنده را باو بدهید و او را البته بکشید که مادرش اوست +

(۲۸) و تمامی اسرائیل حکمے که ملک اجرا داشته بود شنیده و از ملک ترسیدند

زیرا کہ دیدند کہ در قلبش حکمت خدائیست تا آنکہ حکم را جاری سازد"۔

پس اب قرآن کی آیت کو دیکھئے کہ اس میں صاف اسی قصہ پر اشارہ ہے کہ القینا علی کرسیہ جسدا ثم اناب ہمنے سلیمانؑ کے تخت (عدالت) پر ایک لاش یا جسم (اسی زندہ یا مردہ لڑکے کا) ڈالا (سلیمانؑ کا حکم محذوف ہے) پھر اُس نے (اس حکم اول سے) رجوع کیا یعنی پہلے اُس لڑکے کے چیرنے کا حکم دیا تھا پھر اس حکم سے پھر کر اُس لڑکے کو زندہ اُس کی ماں کے حوالہ کر دینے کا حکم دیا۔

پس یہ ہے سچی تفسیر کلام الٰہی کی نہ کہ وہ جن اور بھوت کے قصے نہ وہ یہود کے اکاذیب و مفتریات اور معترین کے اباطیل و لغویات امام محی الدین بغوی نے تفسیر معالم التنزیل میں لکھا ہے (جلد ۴ صفحہ ۱۰) کہ سب سے زیادہ مشہور قول یہی ہے کہ جو جسم سلیمانؑ کی کرسی پر ڈالا گیا تھا وہ صخر دیو تھا۔

واشہر الاقاویل ان الجسد الذی القی علی کرسیہ ھو الصخر الجنی۔

میں کہتا ہوں کہ سب سے زیادہ مشہور یہ بات ہے مگر سب سے زیادہ جھوٹ بھی یہی ہے اور سب سے زیادہ سچ اور صاف اور سیدھے اور معقول وہی معنی ہیں جو ابھی ہمنے بیان کئے اس میں حضرت سلیمانؑ کی حکمت اور عدالت کی عظمت بھی ظاہر ہوتی ہے نہ کہ وہ نامعقول قصہ کہ سلطنت سلب ہوگئی اور ایک ناپاک دیو اُن کے تخت بادشاہت پر مسلط ہوگیا اور سلیمان معزول اور مخروج رہے وغیرہ ذالک من الخرافات جس سے سلیمان علیہ السلام کی بدنامی اور حقارت اور ذلت ظاہر ہوتی ہے حالانکہ یہ قصہ قرآن مجید میں

حضرت سلیمانؑ کے محامد اور فضائل کے ذکر میں ہے۔

(۱۰) اسی قصہ باطلہ یعنی حضرت سلیمانؑ کے گھر میں بُت پرستی کے متعلق روایت بھی ہے جو ملاخیم اوّل کے گیارہویں باب میں لکھی ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے خلاف حکم خدا کے سات سو بیگمیں اور تین سو حرمیں اپنے لئے جمع کیں[۱]۔ اور اُن کے باعث سے حضرت سلیمانؑ کا دل خدا سے پھر گیا اور اُنھوں نے اپنی اخیر عمر میں بُت پرستی اختیار کی +

قرآن مجید میں اسی نالائق اتہام اور جھوٹے بیان کے رد میں فرمایا ہے:—

ماکفر سلیمان ولکن الشیاطین کفروا + (بقر)۔

یہ مضمون اگرچہ یہود کے اربع عشریم کی کتابوں میں سے ایک کتاب ملاخیم اوّل میں ہے مگر وہ مضمون یقیناً جھوٹ اور شدت کے مرتبہ کا کفر ہے جس کو اشرار یہود نے افترا کر کے اس کتاب میں داخل کر دیا ہے +

واضح ہو کہ حضرت سلیمانؑ کے حالات کے بیان میں فی الحال دو کتابیں موجود ہیں۔ ایک تو ملاخیم کہلاتی ہے اور دوسری دبری ہمیم۔ اب یہودیوں نے آسانی کے لئے اُن کے دو دو حصے کر دیئے ہیں اور اس لئے اردو وغیرہ ترجموں میں

---

[۱] یہ تعداد یقیناً غلط ہے کتاب غزل الغزلات میں حضرت سلیمانؑ نے اُنکی تعداد ساٹھ بیگمیں اور ۸۰ خواصیں لکھی ہے۔ سو یہ بھی قطعی نہیں ہے۔ عبرانی کتابوں کے عددوں کا کبھی اعتبار نہیں ہو سکتا کیونکہ اُن کے عدد ہمیشہ حرفوں کی صورت میں لکھے جاتے تھے یعنی ابجد کے حساب میں اور چونکہ عبرانی حروف اکثر باہم مشابہ ہیں تو اس سے بڑی غلطی ہو جایا کرتی ہے کتاب سلاطین اور کتاب تواریخ کے باہم مقابلہ کرنے سے بڑا فرق پایا جاتا ہے +

کتاب سلاطین اول و دوم اور کتاب اخبار الایام اوّل و دوم کے نام سے معروف ہیں یہ بات یقیناً نہیں معلوم ہے کہ کتاب سلاطین ملا خیم کس کی تصنیف ہے یا کب تصنیف ہوئی *

یہ کتاب بعد زمانہ قید بابل عہد بخت نصر میں لکھی گئی یعنی تخمیناً پانسو برس بعد حضرت سلیمانؑ کے تو یقیناً اور اسکے بعد اور جس قدر عرصہ ہوا ہو لکھی گئی۔ یہ بات کہ اس کا مصنف بعد زمانہ قید بابل زندہ رہا اس سے ثابت ہے کہ وہ قید بابل سے یہود کے واپس آنے کا بھی ذکر کرتا ہے (دوم سلاطین باب ۲۵-آیت ۲۲) اس کا مصنف یہ بھی کہتا ہے کہ اس کے زمانہ میں اسرائیل کے دس قبیلہ ہنوز جلاوطنی میں تھے (دوم سلاطین باب ۱۷-آیت ۲۳) اور نیز باب ۱۷ میں اس نے یہودا اور اسرائیل کی مصیبتوں پر کچھ تقریر کی ہے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ یہ شخص ان مصائب کے بعد ہوا ہے (دوم سلاطین باب ۱۷-آیت ۶-۴۲) اور برخلاف اسکے بعضے نشان اس میں ایسے ہیں جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ قبل زمانہ قید بابل یعنی عہد بخت نصر ہے۔ مثلاً اوّل سلاطین باب ۸-آیت ۸ سے ظاہر ہوتا ہے کہ عہد نامہ کا صندوق ہنوز ہیکل میں موجود تھا اور پھر باب ۱۲-آیت ۱۹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ بنی اسرائیل کی بادشاہت ہنوز قایم ہے پھر کسی جگہ باب ۶ آیت ۱ و ۳۷ و ۳۸ میں زِیْ ۶ اور بُول ۶۵ یعنی زی اور تشرین کے مہینوں کا نام ہے حالانکہ قید بابل کے زمانہ سے ان کا یہ نام متروک ہوگیا تھا اور کبھی کبھی اس کا مصنف ایسا لکھتا ہے جیسا کوئی واقعات ہمعصر کو لکھے اور حاضر ماجرا ہو ان وجہوں پر نظر کرنے سے یہود کا وہ دعوےٰ کہ یہ کتاب عزرانبی کی لکھی

ہوئی ہے باطل ہوتا ہے اور ایسا پایا جاتا ہے کہ اصل میں مختلف قسم کی تحریروں یادداشتوں اور شاہی روزنامچوں سے اور زبانی روایتوں اور بعضی مشہور اور متواتر خبروں سے یہ کتاب تالیف ہوئی تھی +

اسی کتاب کے ہم مضمون ایک دوسری کتاب دبری ہمیم ہے وہ بھی ایسی ہے کہ اُس میں مختلف تحریروں سے اخذ کر کے لکھا گیا ہے اور کچھ تو قبل زمانہ بخت نصر کی ہے اور کچھ بعد کی ہے +

بعضوں نے قیاس کیا ہے کہ اُسی شخص کی تصنیف یا تالیف ہے جس کی کتاب ملاخیم ہے مگر واقعات کی تاریخوں میں اور اُن کے بیان میں اور نسب ناموں میں اختلاف کثیر کی وجہ سے یہ خیال بالکل غلط نکلتا ہے۔ یہود کی رائے میں یہ کتاب حضرت عزرا نبی کی ہے جنہوں نے بعد قید بابل ذکریا اور حجی نبیوں کی مدد سے اُسکو تالیف کیا یعنی اپنے زمانہ کی اور اگلی کتابوں سے اخذ کر کے اُسے مرتب کیا اور اِس رائے کی تائید میں وہ یہ کہتے ہیں کہ اس کتاب کی طرز تحریر اور سیاقت کلام عزرا نبی کی عبارت سے بہت مشابہ ہے اور اِس کتاب کی اخیر تین آیتیں عزرا نبی کے صحیفہ کی پہلی تین آیتوں سے بہت قریب قریب ملتی ہیں۔ اور دوسرے یہ کہ اُس کا مصنف قید بابل کے بعد بھی زندہ تھا کیونکہ اُس نے قورش بادشاہ کے حکم کا ذکر کیا ہے اور اُس نے داؤد کا نسب نامہ زوروبابل تک لکھا ہے۔ مگر اُس کے خلاف یہ امر ہے کہ اُس کے مصنف نے زوروبابل کا نسب نامہ بارہ پشت تک لکھا ہے اس وقت تک حضرت عزرا زندہ نہ تھے۔ مگر ممکن ہے کہ یہ نسب نامہ الحاقی ہو اور ایسا اکثر ہوتا ہے پس یقین تو نہیں ہو سکتا مگر گمان غالب ہے کہ

یہ کتاب حضرت عزرا کی تالیف اور مرتب کی ہوئی ہو ✦

اب دیکھیے کہ باوجودیکہ یہ دونوں کتابیں باہم شفیق ہیں اور جو تاریخی واقعات ایک میں ہیں وہ دوسری میں بھی ہیں۔ مگر یہ قصہ موضوع و مفتریٰ ہے کہ حضرت سلیمانؑ نے سات سو جوروئیں اور تین سو حرمیں کیں اور اُن کی وجہ سے بُت پرستی اختیار کی (کتاب اوّل سلاطین باب ۱۱۔ آیت ۱-۱۵) اس کتاب دوسری ہیم میں نہیں ہے اور چونکہ یہ کتاب غالباً حضرت عزرا نبی کی تالیف کی ہوئی ہے پس بظن غالب ایسا ہوا ہے کہ انھوں نے اس قصہ کو باطل اور تہمت سمجھکر چھوڑ دیا ہے ✦

اگر یہ بات نہ بھی ہوتا ہم اس مضمون کا ایک دوسری کتاب میں جس کا موضوع اور منشا وہی ہے جو اس کتاب کا ہے نہ پایا جانا اور ظاہر نظر میں اس مضمون کا بالکل خلاف حکمت سلیمانؑ اور منافی منصب نبوت ہونا کبھی صرف ایک غیر مستند روایت کے اعتبار پر لائق قبول نہو گا ✦

فلما قضینا علیه الموت ما دلهم علی موته الا دابة الارض تاکل منسأته فلما خر تبینت الجن ان لو کانوا یعلمون الغیب ما لبثوا فی العذاب المهین۔ (سبا ۴ع)

ؔ جب سلیمانؑ مر گئے تو اُن کا مرنا جنوں کو نہ جتایا مگر گھن کے کیڑے نے جو اُن کا عصا کھا تا رہا پھر جب وہ گر پڑے تو معلوم ہوا کہ اگر جن غیب کی خبر رکھتے ہوتے

تو ذلت کی تکلیف میں نہ رہتے ۔ (سبا) +

(۱) تفسیریں تو اس سچے واقع کو بھی افسانہ و داستان کے ڈھنگ پر لیگئی ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ حضرت سلیمانؑ کے آگے روز ایک بوٹی حاضر ہو کر باتیں کرتی تھی ایک روز خرنوب نامی ایک بوٹی آئی ۔حضرت سلیمانؑ نے اُس کا مصرف پوچھا۔ اُس نے کہا کہ میں اِس بیت المقدس کے خراب کرنے کو آئی ہوں ۔حضرت سلیمان سمجھ گئے کہ اب میری موت آگئی تو جنوں کو عمارت کا نقشہ بتا کر آپ شیشہ کے مکان میں در بند کر بندگی میں مشغول ہوئے بعد وفات کے برس دن تک جن بناتے رہے اور سلیمانؑ اُسی عصا پر مُردہ کھڑے رہے اور دستور تھا کہ اگر ہیکل یا عبادتخانہ میں کوئی جنی آکر حضرت سلیمانؑ کے آگے کو گذرجاتا تھا تو وہ جل جاتا تھا ایک روز جو آپکے آگے کو جن گئے تو وہ نہ جلے اور گھن کے کیڑے سے عصا گرا۔ اور سلیمانؑ کے گرنے سے اُن کی موت معلوم ہوگئی ۔جنات نے دیمک کا بڑا شکریہ ادا کیا اور اُسی کی احسانمندی میں اُس کو ابتک گیلی مٹی پہونچاتے ہیں +

اصل بات اتنی ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی لاش دستور کے موافق مومیائی بنائی گئی تھی۔ ان کنعانیوں وغیرہ گنواروں کو ان کی موت جب معلوم ہوئی جبکہ عصا میں دیمک لگ جانے سے لاش گر پڑی۔ اسکی تفصیل یہ ہے +

(۲) **مصر میں مُردوں کو حنوط کرنے کا ذکر** ۔اہل مصر میں بہت قدیم الایام سے یہ دستور تھا کہ مُردے کی لاش میں خوشبوئیاں بھر کے اس کو بجنسہ قایم رکھتے تھے اور مُردے کے چہرے اور بشرے میں سر مو فرق نہیں آتا تھا۔ قدیم مورخوں میں سے ھرووڈوٹس (مقالہ ۲۔ باب ۸۶-۸۸)

اور ڈایوڈورس (مقالہ ۱۔ باب ۹۱ ـ ۹۴) نے مصریوں کی اس رسم کا مفصل بیان کیا ہے۔ تین طرح پر حنوط کرنے کا دستور تھا اور اس کام کے کاریگروں کی ایک جماعت اور کارخانہ ہی جدا تھا۔ ایسی لاشوں کو مرمی۔ مومیا اور ممی کہتے ہیں اور مصری زبان میں اس کا نام سوہ ہے +

(۳) بنی اسرائیل میں حنوط کرنے کی رسم۔ مصریوں میں رہنے سہنے کی وجہ سے یہی رسم بنی اسرائیل نے بھی اختیار کی تھی کہ بزرگ اور امیر آدمیوں کی لاش کو حنوط کرتے تھے سب سے پہلے خود حضرت اسرائیل ہی کی لاش کی حنوط کی گئی۔ کتاب پیدایش کے پچاسویں باب میں ہے۔ (۲) اور یوسف نے اپنے طبیب چاکروں کو حکم کیا کہ اس کے باپ میں خوشبوئی بھریں۔ (۳) سو طبیبوں نے اسرائیل میں خوشبوئی بھری اور اس پر چالیس دن گذرے کیونکہ جن میں خوشبو ملی جاتی ہے اتنے دن گذرتے ہیں اور مصری اس کے لئے ستّر دن تک رویا کئے۔ پھر حضرت یوسفؑ بھی حنوط کئے گئے چنانچہ اسی باب میں لکھا ہے۔ "(۲۶) یوسف ایک سو دس برس کا بوڑھا ہو کر مر گیا اور انھوں نے اس میں خوشبو بھری اور اُسے مصر میں صندوق میں رکھا" اصل عبرانی میں خوشبو بھرنے کے لئے لفظ חנט (حنط) ہے۔ یہی لفظ عربی میں بھی ہے۔ جمال قرشی نے صراح من الصحاح میں لکھا ہے "حنوط پراگندگی از بوے خوش۔ تحنیط پراگندن حنوط مردہ را۔ تحنط خوشبوے شدان بحنوط الخ"۔ مردے کے ساتھ خوشبوؤں کا ذکر اور بھی کئی جگہ ہے (مثلاً ۲ اخبار الایام $\frac{16}{14}$ $\frac{21}{19}$) یوحنا $\frac{19}{40}$ +

(۴) لاش کو منظر عام میں رکھنے کا دستور۔ مصریوں میں تو یہ عام دستور تھا

کہ مومیا کی ہوئی لاشوں کو ٹھیک زندہ آدمی کی طرح کھڑے رکھتے تھے اور اس
مردہ کے عزیز و اقربا معین اوقات پر اُسکے دیکھنے کو بھی جاتے تھے۔ ایسے میرن
کی تصویریں رالنسن کے حاشیہ تاریخ ھروڈوٹس میں نقل ہوئی ہیں۔ کتاب
اعمال ۹/۳۷ سے مردے کی لاش کو بالاخانہ پر رکھدینے کی رسم معلوم ہوتی
ہے اس کے علاوہ اسرائیلی مقبرے بھی ایسے ہوتے تھے جیسے حویلیاں اور
مکانات جن میں کوٹھڑیاں اور دالان ہوتے تھے حتی کہ اُن میں مسافر راہ گیر
بھی تھک کر بیٹھ جاتے تھے اور چور بھی وہاں رہا کرتے تھے دیکھو کتاب تاریخ یہود
صفحہ ۱۴۷ +

(۵) سلیمانؑ کے آخر زمانہ کی بغاوتیں۔ یہ بات معلوم ہے کہ حضرت
سلیمانؑ کے آخر زمانہ سلطنت میں کئی ایک بغاوتیں ہو چلی تھیں چنانچہ ہدد
اور رزون اور یربعام کے مفسدے اور بغاوتیں کتب تواریخ میں لکھی ہوئی
ہیں اور نیز رعایا سے بھی کسی قدر ناخوش ہو چلی تھی کیونکہ ان بغاوتوں کی وجہ سے
تجارت بند ہو چلی تھی اور نیز رعایا پر خراج بھی زیادہ تھا اور خصوصاً قوم اجنہ کے
آدمیوں پر کسیقدر سختی اور ذلت کی تکلیف تھی (دیکھو کتاب سلاطین اول گیارھواں
باب ورس ۱۴ و ۲۳ و ۲۶۔ اور بارھواں باب ورس ۴ و ۷ و ۱۱ و ۱۴۔ اور
نواں باب ورس ۲۱ و ۲۲۔ اور سورہ سبا عذاب مہین) +

(۶) اکثر ارکان سلطنت کو یہ منظور ہوگا کہ اُن کی موت کا عام شہرہ نہ ہووے
تاکہ بغاوتوں کی وجہ اور رعایا کی فی الجملہ ناراضی اور بعض جال جن کی سخت تکلیف
سے ملک میں اور زیادہ سرکشی نہ ہو جاوے اور اسی لئے حضرت سلیمانؑ کی وفات

پر کسی قسم کی نوحہ وزاری وماتم وسوگواری کا کچھ مذکور نہیں ہے اور نہ اُن کے دفن کے جلوس اور سامان وغیرہ کا کچھ ذکر ہے حالانکہ بنی اسرائیل میں بادشاہوں کی وفات پر بہت کچھ جزع وفزع وساز وسامان ہوا کرتا تھا اور اُجرت پر رونے والے بھی مقرر ہوا کرتے تھے اور کبھی کبھی لاش کے ساتھ باجا ہوا کرتا تھا اور عطریات کی بکثرت صرف ہوتی تھی (یرمیاہ $\frac{9}{17,18}$ ۲ اخبار الایام $\frac{35}{25}$ ایوب ۳۰ واعظ $\frac{12}{5}$ عاموس $\frac{5}{16}$ متی $\frac{9}{23}$ اور اعمال $\frac{9}{39}$)۔ اس امر پر بعض اربابِ تاریخ بھی متنبہ ہوئے ہیں اور لکھا ہے کہ حضرت سلیمانؑ پر نوحہ وزاری کم ہوئی چنانچہ جاہان نے عبرانیوں کی سلطنت کی تاریخ میں (مقالہ ۴ فصل ۳۳ میں) لکھا ہے کہ "سلیمانؑ ۹۷۵ء قبل عیسوی مر گئے اور باوجود اُن کی عظمت وشان کے اُن کا ماتم تھوڑا ہی سا ہوا" ص ۷۹۔

(۷) ان سب قرائن حالات کو پیش نظر رکھنے کے اس آیت کا مضمون یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی وفات کے بعد اُن کی لاش ہو میا کی گئی کیونکہ خود بنی اسرائیل میں بھی ایسا ہوتا تھا اور خصوصًا اس وجہ سے بھی کہ حضرت سلیمانؑ کی ایک بیوی فرعون مصر کی بیٹی تھی اُس نے ضرور اس معاملہ میں سعی بلیغ کی ہوگی اور نیز ملک میں سرکشی اور بغاوت پھیل جانے سے ارکان سلطنت نے بھی انکی موت کو چھپانا مصلحت اور مناسب سمجھا ہوگا اور اس نظر سے یہی ترکیب بہت ہی خوب تھی کہ امراء وسلاطین ونیز حکما روابنیل کے دستور پر اُن کی لاش کو حنوط کر کے ایک جلوۃ کے مکان میں جہاں اکثر لوگ دیکھ سکیں رکھ دیا جاوے اور عصا کے سہارے اُسے کھڑا کر دیا ہوگا۔ اتفاقاً دیمک یا گھن کے کیڑے نے

اسکو کھانا شروع کیا اور جب وہ عصا ذرا بھی نیچے سے خالی ہوا اُن کی لاش دھڑ سے گر پڑی +

اور جو لوگ اُن کی موت سے واقف نہ تھے اُن کو اس دیمک کی وجہ بھی معلوم ہوگی اور قوم جن کے آدمیوں کو معلوم ہوا اور افسوس ہوا کہ اگر ہم علم غیب جانتے ہوتے تو اس تکلیف میں نہ رہتے +

(۸) بعضی روایتوں سے بھی اس مضمون کی جو ہمنے حضرت سلیمانؑ کی لاش کے حنوط یا مومیا کیئے جانے کی نسبت لکھا ہے تائید ہوتی ہے شیخ الاسلام امین الدین طبرسی نے تفسیر مجمع البیان میں اسی آیت کے ذیل میں لکھا ہے ــ روی انه اطلعه الله سبحانه علی حضور وفاته فاغتسل و تحنط و تکفن والجن فی عملهم ـ کہ روایت ہے کہ جب سلیمانؑ کی موت آئی تو خدا نے اُن کو خبر دی تو وہ نہائے اور حنوط کیا اور کفن پہنا اور جن اپنے کام میں تھے +

اور تفسیر مواہب علیہ معروف بتفسیر حسینی میں ہے کہ "مُتقضی اجل بسلیمان علیہ السلام در آمد و طلب ودیعت روح کرد ـ سلیمان علیہ السلام کسان خود را وصیت کرد کہ مرگ مرا افشا نکنید و مرا بعد از مرگ بر عصائے من تکیہ دہید تا جن از کار خود باز نمانند و مہم مسجد با تمام رسد پس چون سلیمان ہم درگذشت اورا نشستند و براو نماز گزاردند و اورا بر عصا تکیہ دادند دیواں از دور او را زندہ مے پنداشتند و بہماں کار کہ نامزد ایشان بود قیام مے نمودند" +

(۹) تفسیروں میں یہی قصہ اسی طرز پر ہے مگر اُن کی روایتوں میں افسانہ آمیز تقریر کا رنگ ہے اور سچا واقعہ اور جھوٹی کہانی کی باتیں ملی ہوئی ہیں ـ

ان کے نفس واقعہ صحیحہ مندرجہ قرآن کا طرز بیان بھی قصہ گوئی کی طرف منجر ہے مگر اسپر جو اور حاشیے لگائے گئے ہیں وہ خلاف حقیقت ہیں ۔ مثلاً :۔

اس قصہ کے متعلق ایک غلط بات یہ ہے کہ بیت المقدس بننے سے ایک سال پیشتر حضرت سلیمانؑ نے وفات پائی ۔ چنانچہ اکثر تفسیروں میں ایسا ہی لکھا ہے مگر یہ بات تاریخی واقعات کے خلاف ہے کیونکہ بیت المقدس حضرت سلیمانؑ کی زندگی میں تمام بن چکا تھا ۔ اور قرآن مجید میں اس مقام پر نہ بیت المقدس کی تعمیر کا ذکر ہے اور نہ ایک سال کا ذکر ہے +

ہمیشہ مخالفوں نے قرآن پر اس وجہ سے اعتراض کیا ہے ۔ اس میں خلاف واقعہ سلیمانؑ کی موت کو طیاری بیت المقدس سے ایک پیشتر سال تبلایا ہے ۔ حالانکہ یہ بالکل جھوٹ ہے اور یہ سب کچھ اعتراضات مفسترین کی لغو روایت کی بدولت ہوئے ہیں +

(۱۰) اب یہ بات کہ وہ جن کون تھے اور ان کو تکلیف کیا تھی اس کا بیان یہ ہے کہ وہی غیر یم جو عدم موانست کی وجہ سے بنی اسرائیل کے محاورہ میں غیر اور اجنبی کہلائے اور ان کا مناسب ترجمہ عربی میں یا اس کے لائق مرادف اللفظ قرآن میں جن آیا ہے جو ملک کنعان کے اصلی باشندے تھے اور عبری کتب مقدسہ میں ان کے مختلف قبیلے فلسطین اور عنقیم اور امیم اور زمزمیم مذکور ہیں اور ان کے عذاب مہین کا ذکر صحف سلیمان میں ہے اور اس طرح پر مضمون قرآن کی پوری تصدیق ہوتی ہے +

پہلے سلاطین کے نویں باب میں ہے (۲۰) لیکن سارے گروہ جو اموری

اور حتی اور فرزی اور حوی اور یبوسی سے باقی رہے اور اسرائیل نہ تھے (۲۱) ہاں اُن کی اولاد جو بعد میں باقی رہی جنھیں بنی اسرائیل نابود نہ کرسکے سو سلیمان نے اُن پر خدمت کی کر لگائی جو آج کے دن تک ہے۔ اور کتاب دوم اخبار الایام کے نویں باب (۷ و ۸) میں بھی یہی مضمون ہے اور اصل کتاب عبرانی میں لفظ ם ہے جس کا ترجمہ کسی قدر غلط "خراج" ہوا ہے۔ مگر اس کا صحیح ترجمہ بدنی خدمت ہے خواہ وہ بیگار کے طور پر ہو یا اُجرت اور نوکری کے طور پر مگر بیشتر خدمتی کام لئے آتا ہے اور کتاب ۲ اخبار الایام یا تواریخ کے دوسرے باب میں ہے (۱۷) اور اپنے باپ داؤد کے کہنے کے موافق سلیمان نے اسرائیل کے دیس میں سارے پردیسیوں کو گنا اور وے ایک لاکھ ترپن ہزار چھ سو ٹھہرے (۱۸) اور اُس نے ان میں ستر ہزار باربردار اور اسی ہزار پتھر توڑنے والے پہاڑ میں ٹھہرائے اور اُن پر تین ہزار کروائی مقرر کئے کہ لوگوں سے کام لیویں +

پس یہی غیریم اور نیز وہ کاریگر لوگ جن تھے۔ +

(۱) صور اور صیدا کے کاریگر جو لکڑی کے کام میں اُستاد کار تھے (اسلاطین ۵/۶) اور پتھر تراشنے والے ماہران فن (اسلاطین ۵/۱۸) اور جہازی کام دینے والے ملاحان پُر فن (اسلاطین ۹/۲۷۔ حزقیل ۲۷/۹) اور غواصان نامدار و نیز وہ پردیسی اور اجنبی یعنی غیر قوم کے آدمی جو بوجھ اُٹھانے اور پہاڑ کاٹنے کے کام میں لگائے تھے (۲ تواریخ ۱/۱۷ و ۱۸) جنکو قرآن میں جن و شیطان کہا ہے یہ سب لوگ دراصل فنوتی۔ فلسطی اور کنعانی تھے۔ اور جو معنی فلسطیم کے ہیں وہی معنی غیریم کے ہیں ملک فلسطین کے اصلی باشندے کنعانی تھے انھیں کنعانیوں [illegible] کو

یونانی زبان میں فری نی کیس کہتے ہیں (دوسری جگہہ صاف لکھا ہے کنعان ارض فلسطیم (اصفیاہ) یہ قومیں جبکہ بنی اسرائیل اُن پر مسلط ہوئے غیریم یعنی پردیسی اور اجنبی کہلائے اور داؤد اور سلیمان کے زمانہ میں یہ بالکل مطیع اور منقاد ہوگئی تھیں اور اُن سے خدمتی کام لیا جاتا تھا ۲ صمویل ۵ ۱ تواریخ ۹ اسلاطین ۹ ۲ تواریخ ۲ و ۸ وغیرہ)

(۱۲) سپٹواجنٹ میں جو کہ یونانی زبان کا ترجمہ توریت ہے وصحف انبیاء میں ملک کنعان کو جن کہا ہے یوشع اور انجیل میں بھی جن آیا ہے (متی ۵ لوقا ۲)۔ اسکی وجہ یہ ہے کہ یونانی زبان میں زمین اور ملک کو جی کہتے ہیں یہیں سے فارسی میں گیو گیتی اور گیہان جہان بنا ہے اور جی کا مجرد مؤنث وہ جن ہے پس اس اعتبار سے یہ کنعانی لوگ بھی جن کہلاتے ہونگے۔ زمانہ نزول قرآن میں یہودیوں میں سے اہل تورات کا علم یا عبرانی زبان کم رائج تھی سب یہود ترجمہ سپٹواجنٹ پڑھتے تھے اس وجہ سے ان کنعانیوں کا نام عربی میں جنی آتا ہوگا جسکی جمع جن ہے اور قرآن مجید میں وہی لفظ آیا جو اُن کے محاورہ میں تھا یعنی جن اور صور وصیدونی بھی کنعانی تھے کیونکہ کنعان کے بڑے بیٹے کا نام صیدون تھا۔ اور صور وصیدا دونوں شہر سمندر کے کنارے پر تھے۔ ابوالفداء نے صیدون کو دمشق سے ۶۶ میل کے فاصلہ پر بتلایا ہے۔ اگلے زمانہ میں یہ دونوں شہر آبادی کی کثرت سے ملے ہوئے تھے اس کے آثار اب تک نمودار ہیں

(۱۳) لفظ جن قرآن مجید میں متعدد جگہ آیا ہے اور ایسے ہی اس لفظ کے ماصدق علیہ میں بھی تعدد ہے یعنی کسی طور پر مختلف حیثیتوں سے (باسخا و شتی)

بنی آدم زندہ اور مردہ پر اسکا اطلاق ہوا ہے۔ مگر جنات سلیمانی تو بجز اُن لوگوں کے جو بنی اسرائیل میں اغیار یعنی کنعان کے اصلی باشندے اور صور وصیدا کے کاریگر پہاڑی وحشی تھے اور کوئی قوم نہیں ہوسکتی اور خصوصًا وہ ہوائی جنات جو عامۃ ناس کے خیالات میں ہیں کہ وہ ہوا کے جاندار ہیں کہ بہروپ خواب بدلتے ہیں۔ (الجن حیوان ھوائی یتشکل اشکالاً کثیرۃ) وہ تو کسی طرح سلیمانی جن کی مصداق ہو ہی نہیں سکتے اور ہم آگے چلکے مفسرین کے اقرار سے ہاں انہیں مفسرین کے اقرار سے جو جنات کے بڑے ہوا خواہ ہیں ثابت کردیں گے کہ حضرت سلیمانؑ کے جنات وہ عام جنات نہیں تھے بلکہ وہ ایک خاص مخلوق تھے۔ فانتظر۔

(۱۴) سلیمانی جنات کو علم غیب کا دعوٰے ہونا قرآن کے ان الفاظ سے تو نہیں نکلتا۔ اس لئے اس کی تفسیر میں مفسروں نے اختلاف کیا ہے۔ تبینت الجن کے یہ معنی قرین قیاس ہیں کہ اوروں کو معلوم ہوگیا کہ اگر جن علم غیب جانتے ہوتے الخ ایسا ہوگا بنی اسرائیل کو ایسا خیال ہوگا کہ یہ لوگ جو کاریگر اور استادکار اور صناع ہیں ان سے حضرت سلیمانؑ کی لاش کے حنوط کئے جانے کی حکمت چھپی ہے اگر یہ علم غیب جانتے ہوتے تو اُن کے مرنے پر سرکش ہوجاتے اور یہ بھی کچھ بعید نہیں کہ صور وصیدا کے آدمیوں یا بعضے کنعانی قبیلوں نے (جن کو جن کہا ہے) فن تنجیم یعنی اختر شناسی کا اظہار کیا ہو کیونکہ یہ علم نجوم کلدانیوں کی قوم کا نکالا ہوا ہے اور اسی خالدیہ یعنی ملک شام میں ملک صور وصیدا و فلسطین داخل ہے۔ اور صور وصیدا کے آدمیوں کو جہازرانی کے لئے بھی اختر شناسی

کی بڑی ضرورت تھی اور اس زمانہ میں کمپاس اور قطب نما کی ایجاد نہیں ہوئی تھی اس لئے ستاروں کی شناخت بہت ضروری تھی۔ اور قوم فرنیقیا بھی نجوم میں ماہر تھی اور صوری و صیدونی سب فرنیقی تھے +

"وحشر لسلیمان جنوده من الجن والانس والطیر فهم یوزعون"۔ (نمل × ۱۷)

اس مضمون کے ابتدا میں اس آیت کی تفسیر میں صرف اسی قدر بحث کی گئی تھی کہ حضرت سلیمانؑ کے پاس جن تھے چنانچہ اسکی تصدیق انھیں کی کتاب واعظ کے ۲ باب کے ۸ پسوق سے جس میں لفظ שדה (شدہ) اور שדות (شدوت) سے کی گئی تھی اور اک عام طور سے بیان کیا گیا کہ یہ شدیا جن کون لوگ تھے مگر اب یہ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت سلیمانؑ کی فوج کی تقسیم ٹھیک ٹھیک ایسی ہی تھی جیسے کہ قرآن مجید میں مذکور ہے۔ ہر اک فوج سلیمانی اک جداگانہ نام اور خصوصیت سے موسوم تھی +

حضرت داؤدؑ نے جو کہ حضرت سلیمانؑ کے باپ تھے اپنی فوج ۳ قسم پر تقسیم کی تھی۔ ایک لشکر میں تو فلسطینی قوم کے آدمی تھے اُن میں کوئی شخص بنی اسرائیل میں سے نہ تھا اور چونکہ بنی اسرائیل کا محاورہ تھا کہ اپنی قوم کے آدمیوں میں اور غیر قوم کے آدمیوں میں تمیز و تفریق کرتے تھے اور غیر قوم کے آدمیوں کو اک خاص نام جس سے نفرت اور حقارت یا اُن کے کفر کا اشعار ہوتا ہو موسوم کرتے تھے جیسے ערלים (غیلریم) یا גוים (گوئم) اور بربرادر اُمیئین وغیرہ

یہی قسم فوج کی قرآن مجید میں " جن " کے نام سے آئی ہے۔ دوسری قسم خاص بنی اسرائیل کی قوم تھی جو قرآن میں " انس " کے نام سے اس مقام میں آئی ہے اور تیسری قسم کی فوج ایک خاص طور کی جماعت تھی جیسی باڈی گارڈ۔ وہ ہمیشہ طیار رہتی تھی اور چھوٹی جماعت صرف ۶۰۰ بہادروں کی تھی اور وہ اس کام کے لئے مخصوص تھی جیسی عربی فوجوں کی قسم میں " طیر " ہوتی ہے +

اُن کی تفصیل یہ ہے

(۱) فوج جن۔ کریتی اور فلیتی قوم کے آدمی جو اجنبی قوم کے تھے۔ ان کا ذکر کتاب دوم صموئیل باب ۱۵ کی ۱۸ – ۱۹ آیتوں میں ہے اور اسی کتاب کے اٹھویں باب کی ۱۸ آیت اور بیسویں باب کی ۷ اور ۲۳ آیت میں بھی ان کا نام ہے۔ یہ دونوں قبیلے فلسطانیوں کی نسل سے تھے (دیکھو گزینیوس کا عبرانی لغت جو کہ ابوالولید ابن جناح القرطبی کی کتاب الاصول سے ماخوذ ہے ص ۴۱۷ و ۶۷۷۔ اور ای واَلد کی عبرانی گرامر ص ۲۹۷ اور ہارن کی ۳ ج ص ۲۰۲) +

دوسری قسم فوج اسرائیل کے نام سے تھی اس میں سب بنی اسرائیل اور اہل کتاب تھے اُن کو لفظ انس سے تعبیر کیا ہے۔ ان کی تفصیل کتاب اخبار الایام باب ۲۷ میں (۱ – ۱۵) اور ۲ صموئیل باب ۸ کی ۱۶ اور باب ۲۰ کی ۲۳ آیت میں مذکور ہے +

بنی اسرائیل ہمیشہ اپنی قوم اسرائیل کو غیر قوم کے آدمیوں سے اپنے محاورات میں ممتاز کرتے تھے وہ ہمیشہ اپنے آپ کو עם (جو اصل میں עם יהוה (خدا کی قوم) اور עם קדוש (مقدس قوم) اور עם נחלה (قوم محفوظ) ہے (خروج ۱۵ باب ۱۳ استثنا باب ۳۲ و ۳۶ و باب ۷ و ۶ و باب ۴ – ۲ وغیرہ) کہتے تھے

اور اپنے ماسوا کو ۶۶ جس سے مراد عام لوگ اور مخالف تھے (زبور دوسرا باب
او ۸ نواں باب ۶ و ۱۶ و ۲۰ و ۲۱ دسواں باب ۱۶۔ انسٹھواں باب ۶ و ۹
اُناسی باب ۶ و ۱۰۔ ایک سو چھٹا باب ۴۷) کہا کرتے تھے۔ اُنھیں محاوروں
کی رعایت اور مناسبت سے فوج اسرائیل اور فوج اقوام فلسطینی کو انس اور جن کی فوج سے
اس آیت میں بیان کیا ہے +

بنی آدم کی ایسی تقسیم ہر ایک قوم اور اُمہ میں کسی کی رعایت اور لحاظ سے
مثلاً مذہبی تفریق سے یا زبان کی تمیز سے یا رنگ کی تفریق سے یا ملک اور ولایت کی
مباینت سے یا میل جول اور وحشت اور مخالفت کی نظر سے یا دوستی اور دشمنی کی
راہ سے کر لیتے تھے یونانی اور رومی اپنے ماسوا اور سب قوموں کو بربری یعنی جنگلی
کہتے تھے اور عرب اپنے ماسوا سب کو عجم کہتے تھے۔ پھر خاص عرب میں دو تفریقیں
تھیں اہل الحضر اور اہل البدو بنی آدم کی دو تفریقیں کر رکھی تھیں۔ احمر اور اسود
اور ہند میں قدیم آریا لوگ اپنے ماسوا آدمیوں کو دسو کہتے تھے۔ +

تیسری قسم فوج کی طیر تھی جو داؤد کے بہادروں کے نام سے موسوم تھی ۶۶۶۶۶
(کتاب اول سلاطین باب اوّل لیوق ۸) اُن کی تفصیل کتاب دوم صموئیل کے باب میں (۸۔۳۹)
اور کتاب اوّل اخبار الایام کے گیارھویں باب میں (۱۱۔۴۷) یہ لوگ تعداد میں ۶۰۰
تھے اور پھر اُن میں دو دو سو کی ٹکڑیاں تھیں اور پھر اُن میں بیس بیس کی تفریقیں اور تقسیمیں
فوج کی یہی تقسیمیں جو حضرت داؤد کے وقت میں تھیں حضرت سلیمانؑ کے وقت
میں بھی قایم اور موجود رہیں اور اس آیت میں بھی یہی مراد ہیں +

تمام شد

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
عیسٰے اور صلیب	نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم	۱ر
اسلام	نواب محسن الملک مرحوم	۲ر
احسان عام	نواب اعظم یار جنگ مولوی چراغ علی مرحوم	۱ر
حقیقۃ السحر	سرسید و نواب اعظم یار جنگ مرحوم	۲ر
خطبات احمدیہ	سرسید مرحوم	عہ
حضرت ہاجرہ	مولانا عنایت رسول مرحوم چڑیاکوٹی	۲ر
غذائے انسانی	مولانا عبد الماجد	۳ر
تعلیم نسواں	شیخ مشیر حسین قدوائی بیرسٹر ایٹ لا	۱ر
اسلامی تمدن کا اثر ہندوستان پر	مولانا شبلی نعمانی	۱ر
آثار خیر	منشی سعید احمد مارہروی	۸ر
اشاعت اسلام	ماسٹر شیر علیخان بی۔اے	۸ر
حیات صالح	منشی سعید احمد مارہروی	۴ر
صلۂ رحم	مولانا عبد الحی	۲ر
روح کی بیداری	مولانا فدا علیخاں ایم۔اے	۳ر
جہانگیر اور تزک جہانگیری	مولانا شبلی	۲ر
شعر العجم	مولانا شبلی	[illegible]
زیب النساء	؍؍	۱ر
معیار الاخلاق	خواجہ غلام الحسنین	۶ر

نام کتاب	نام مصنف	قیمت
فن شاعری	مرزا سلطان احمد خان۔ ای۔ اے۔ سی۔	عمہ/
ترکوں کی معاشرت	منشی محمد حسن خاں	عا/
توزک عبدالرحمانی (ہر دو جلد)	” ”	سے/
تاریخ القرآن	مولانا اسلم	عمہ/
جہاں آرا بیگم	” ”	۸/
تذکرۃ المصطفیٰ	مولانا نواب علی خان ایم۔ اے	مہر/
داستان پاستان (فاتح ہسپانیہ) ہر دو جلد	مولوی سراج الدین احمد بیرسٹر	عا/
تعلیم	” ”	۸/
رسوم جاہلیت	مولانا نجم الدین	عہ/
آثار اکبری	منشی سعید احمد	عا/
ریاض الاخلاق	مرزا سلطان احمد خان (ای۔ اے۔ سی)	۱۰/
اختلاف الانسان	منشی وجاہت حسین۔ وجاہت	۱۰/
الحجاب (اردو ترجمہ)	محمد طلعت بے مصری فاضل	۶/
مائدہ محاربیہ (اردو ترجمہ)	مولوی حسام الدین احمد	۲/
ترتیب القرآن (اردو ترجمہ)	احمد جودت آفندی	۴/
دین و دانش	مولانا محمود علی	عا/

المشتہر منیجر بک ڈپو وکیل ٹریڈنگ کمپنی لمیٹڈ امرتسر